حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

خصوصی شمارہ

مجلّہ

الجماعۃ

جولائی - اگست ۲۰۲۶ء

دعوت وعزیمت

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید
پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے
حجروں میں (شاہ ولی اللہ) نے دفن کر دیے تھے، اب اس سلطان وقت
واسکندر عزم (شاہ اسمعیل شہید) کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد
کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں
تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی
تاب نہ تھی وہ اب بر سر بازار کی جارہی اور ہو رہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف
وحکایات کو نقوش وسواد بنا کر صفحہ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

(از: مولانا ابو الکلام آزاد
تذکرہ ص ۲۴۵)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

محرم-صفر ۱۴۴۸ھ ● جولائی-اگست ۲۰۲۶ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن	بدعات سے بچو	شیخ رفیع اللہ سلفی	3
حلقۂ حدیث	مصیبت کے وقت صبر ہی بہتر ہے	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	6
اداریہ	توہم پرستی: ایک فکری وسماجی ناسور	مدیر	8
عقیدہ ومنہج	ظلم اوراس کی اقسام وصورتیں	شیخ مختاراحمد محمدی مدنی	11
تعلیم وتربیت	یونیورسٹی میں زیرتعلیم طلبۂ مدارس، دینی تشخص اور مواقع دعوت	شیخ رشید سمیع سلفی	17
ردِّ بدعات	ماہ صفراوراس کی بدعات	شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی	21
صیانت حدیث	حفاظت احادیث میں کتابت حدیث کی اہمیت	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	26
فضائل واحکام	وہ اعمال جن کا ثواب حج کے برابر ہے	شیخ رضوان اللہ عبدالروف سراجی	28
اصلاح وتربیت	قرآنی حلقات کی اہمیت اور معلمین کا کردار	ڈاکٹرسفیان قاضی مدنی	34
سوانح وسیرت	صدیقہ شرف الدین رحمہا اللہ کی زندگی کے چند گوشے	شیخ نثاراحمد محمد مستقیم مدنی	40
فقہ وفتاویٰ	ماہ محرم میں شادی کرنا جائز یا ناجائز؟	دکتورعبدالحکیم عبدالمعبود مدنی	43
آئینۂ جمعیت وجماعت	جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں	ادارہ	46

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

بدعات سے بچو

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ مِنْهُ ءَايَٰتٌ مُّحْكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٌ ۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِۦ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ ۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ﴾ [آل عمران:۷]

''وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں''۔

فوائد: ۱- مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت مبارکہ خوارج، جو قرآن کے متعلق جھگڑتے ہیں اور بدعتی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی، اور دین میں کسی بھی ایسے طریقے کا نام بدعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا سو ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع نہ کیا ہو وہ بدعت ہے اگرچہ اس میں کوئی کیسی ہی تاویل کرتا رہے۔ مزید ارشاد باری ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِى مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام:۱۵۳]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو''۔

اس آیت میں سیدھے راستے سے مراد وہ راستہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ اللہ کا راستہ ہے اور دوسرے راستے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور وہ اہل بدعت کے راستے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر خود وضع کر لیے ہیں۔ جن کا وجود قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ مشہور محدث مجاہد رحمہ اللہ نے بھی ''السبل'' ''دوسرے راستوں'' کو بدعات سے تعبیر کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء نعیم الاصفہانی: ۳/ ۲۹۳)

۲- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سَيَلِي أُمورَكُم بَعدي، رجالٌ يُطفئونَ مِنَ السُّنَّةِ، وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ، (وفي رواية، يحدثون بدعة) ويؤخِّرونَ الصَّلاةَ عن مَواقِيْتِهَا فَقُلتُ: يا رسولَ اللَّهِ إن أدركْتُهُمْ، كَيْفَ أفْعَلُ؟ قالَ: تَسْأَلُني يا ابنَ أمِّ عَبْدٍ كَيْفَ تَفْعَلُ؟ لا طَاعَةَ، لِمَنْ عَصَى

اللّٰہ".(سنن ابن ماجہ:۲۸۶۵،حسن)

''عنقریب میرے بعد تمہارے معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں گے جو سنت کو مٹائیں گے، بدعتیں جاری کر کے ان پر عمل کریں گے اور نماز وقت سے لیٹ پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں ان کو پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے تو مجھے پوچھتا ہے کہ کیا کرے؟ جو اللہ کا نافرمان ہے اس کی کوئی اطاعت نہیں''۔

۳- بدعتوں کو جاری کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ اللہ کے مقابلہ میں شریعت وضع کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾[النحل:۱۱۶]

''کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ہر بدعتی اس حکم میں داخل ہے جس نے بدعت جاری کی جبکہ اس کے پاس اس بدعت پر شرعی ثبوت ودلیل نہیں ہے یا جس نے محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دے دیا۔(تفسیر ابن کثیر:۲/۷۷۹)

۴- قیامت کے دن اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾[آل عمران:۱۰۶]

''جس روز کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے''۔

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اہل السنہ والجماعہ کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔(کما فی الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ:۱/۱۴۰)

۵- سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شر کے بعد خیر کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں بھی گناہوں کی آمیزش ہوگی اور وہ اس طرح کہ: ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کو چھوڑ کر دیگر کاموں کو سنت سمجھیں گے اور میرے طریقے کے علاوہ دوسرے طریقوں کو اختیار کریں گے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا خیر کے بعد شر ہوگا؟ تو آپ نے اثبات میں جواب دیا اور شر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر دعوت دینے والے ہوں گے، جس نے ان کی دعوت قبول کر لی وہ اسے جہنم میں داخل کروا دیں گے۔(بخاری، الفتن، باب کیف الامر...: ۷۰۸۴ ومسلم: ۱۸۴۷)

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں اہل علم کا یہ قول نقل کیا ہے: کہ جہنم کی طرف دعوت دینے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خوارج وغیرہ جیسے دیگر لوگ گمراہ فرقوں کی گمراہی اور بدعات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔(شرح مسلم للنوری:۱۲/۱۳۶)

۶- بدعات پر مبنی اعمال رد کر دیئے جائیں گے اور بدعتی لوگ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے۔ یہی لوگ ہوں گے جنہوں نے محنت بھی کی اور بدلے میں دہکتی ہوئی آگ ملی۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِٱلْأَخْسَرِينَ أَعْمَٰلًا ۝١٠٣ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى

ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا﴾[الكهف: ١٠٣-١٠٤]

''کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصۡلَىٰ نَارًا حَامِيَةً﴾[الغاشية: ٣-٤]

''محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے''۔

٧- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَيُرْفَعَنَّ مَعِي رِجَالٌ مِنْكُمْ، ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُونِي، فَأَقُولُ يَا رَبِّ: أَصْحَابِي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ''. (بخاری، الرقاق، باب فی الحوض: ٦٥٧٦)

''میں اپنے حوض پر تم سے پہلے ہی موجود رہوں گا، اور تم میں سے کچھ لوگ اٹھا کر (میرے سامنے) لائے جائیں گے، پھر انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا، تو میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے ساتھی ہیں لیکن مجھ سے کہا جائے گا، کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں؟''۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي''. (بخاری، مقدمۃ، باب بیان الاسناد من الدین: ٧٠٥١)

''آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ میں کہوں گا کہ دوری ہو! دوری ہو! ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد (دین میں) تبدیلیاں کریں''۔

٨- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ اللهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدَعَ بِدْعَتَهُ''. (صحيح الترغيب والترهيب، السنة، باب الترهيب: ٥٤)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بدعتی کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے''۔

٩- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **''مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ''.** (بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب إثم من آوی محدثا: ٧٣٠٦)

''جو یہاں (یعنی مدینہ میں) کوئی بدعت جاری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ''. (صحیح جامع الصغیر: ١٣٥٣، ابوداود: ٤٦٠٧)

''(دین میں) ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہوتی ہے''۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو کتاب وسنت پر چلنے کی توفیق دے اور بدعات وشرکیہ امور سے محفوظ رکھے۔ آمین

حلقۂ حدیث

مصیبت کے وقت صبر ہی بہتر ہے

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ : "اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي". قَالَتْ : إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ. فَقِيلَ لَهَا : إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ. فَقَالَ: "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ سے ڈر اور صبر کر“ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا نہیں تو کہہ دیا: مجھے میری حالت پر رہنے دے، تجھے مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی، اس کو کہا گیا کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، وہ نبی کے دروازے پر آئی دیکھا وہاں کوئی دربان نہیں، کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (مجھے معاف کر دیں، اب میں صبر کرتی ہوں) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبر جب مصیبت پہنچتی ہے اس کے آغاز ہی میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث: 1283، باب قول الرجل للمرأۃ عند القبر اصبری، حدیث: 1252، باب الصبر عند الصدمۃ الاولی، حدیث: 1302، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الاولی، حدیث: 926، سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ، حدیث: 3124، سنن الترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء ان الصبر فی الصدمۃ الاولی، حدیث: 988، 987، سنن نسائی، کتاب الجنائز، الامر بالاحتیال والصبر عند نزول المصیبۃ، حدیث: 1869، سنن ابن ماجۃ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصبر علی المصیبۃ، حدیث: 1596۔

تشریح: یہ ایک بڑی جامع حدیث ہے، جس کے اندر کئی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں:

1- اس حدیث میں صرف ”عند قبر“ کے الفاظ ہیں، یہ وضاحت نہیں ہے کہ کس کی قبر تھی، صاحب قبر کا نام کیا تھا، لیکن صحیح مسلم میں "تبکی علی صبی لها" کے الفاظ ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس کے اپنے بچے کی قبر تھی، جو وفات پا گیا تھا اور اسی غم میں وہ وہاں رو رہی تھی۔

2- اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے بچے کی موت پر قبر پر بیٹھ کر غیر شرعی گریہ وزاری کر رہی تھی، یعنی نوحہ کر رہی تھی جس سے شریعت اسلامیہ نے روکا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اللہ سے ڈرنے اور صبر کرنے کا حکم دیا، اس لیے کہ اس سے اللہ کی ناراضی اور اس کا عذاب وغضب نازل ہو سکتا ہے اور صبر کرنے پر اللہ اجر سے نوازتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ہمیشہ انجام دینا چاہیے۔ اس کے اندر کوتاہی نہیں کرنی

چاہیے۔

3-حدیث کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عورت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی، اس لیے اس نے آپ کی بات کا خیال نہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ: مصیبت مجھے پہنچی ہے اگر تجھے پہنچتی تو تو ایسا نہ کہتا۔لیکن لوگوں کے بتلانے پر جب اسے پتہ چلا کہ وہ اللہ کے رسول تھے تو خوف کی وجہ سے اس کے پاؤں سے زمین کھسک گئی، اور وہ پریشان ہوگئی، جیسا کہ صحیح مسلم کے الفاظ "فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ" سے واضح ہوتا ہے، اور بھاگتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئی۔

4-وہ عورت آپ ﷺ کو کیوں نہیں پہچان سکی؟ اس کے بارے میں زین بن منیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اس عورت کا رسول اکرم ﷺ کو نہ پہچاننے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے قدرت کے باوجود عاجزی کی بنا پر کوئی دربان نہیں مقرر کیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ عام بادشاہ جب گھر سے نکلتے ہیں تو ان کے آگے، پیچھے خادم اور نوکر ہوتے ہیں مگر رسول ﷺ تنہا ہی تھے اس لیے عورت رسول کو نہ پہچان سکی''۔(فتح الباری شرح بخاری:185/3)۔

5-اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب انسان کو کوئی ایسی مصیبت یا پریشانی پہنچے جس کو برداشت کرنا مشکل ہو اور مصیبت جزع فزع کا تقاضا کرے اس وقت اس مصیبت کو برداشت کرنا اور تقدیر سمجھتے ہوئے ثابت قدمی اختیار کرنا ہی صبر کہلاتا ہے، اور ایسے وقت میں صبر کرنا ہی بہتر ہوتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالی اجر سے نوازتا ہے، جبکہ جزع فزع کرنے کے بعد صبر کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔

6-اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بڑے متواضع انسان تھے اور جاہل کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے تھے، مصیبت زدہ کے غم میں شریک ہوتے، اور اس کی عذر کو قبول فرماتے، اور ہمیشہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے۔

7-اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو نیکی کا حکم دیا جائے وہ اس کو قبول کرے حکم دینے والا کوئی بھی ہو۔

8- اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی قبروں کی زیارت کرسکتی ہیں، اس لیے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس عورت پر زیارت کرنے کی وجہ سے نکیر نہیں کیا بلکہ غیر شرعی عمل نوحہ کو انجام دینے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو روکا۔

9-اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مصیبت کے وقت انسان کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

10-یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ دعوت دینے میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔

11-اس حدیث سے اس بات کی بھی ترغیب ملتی ہے کہ نصیحت، مصیبت کی شدت کو سامنے رکھ کر کی جائے، یعنی صدمہ زیادہ ہو تو اس وقت انسان کو اس کے حال پر رہنے دیا جائے کیونکہ اگر اس نے نصیحت قبول نہ کی تو وہ بے اثر ہوجائے گی۔

12-اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی اور حکمران کو کوئی ایسا پہرے دار نہیں بٹھا لینا چاہیے جو لوگوں کی حاجات وضروریات قاضی تک پہنچنے میں رکاوٹ بنے یعنی جب لوگ اپنی حاجات لے کر آئیں تو دربان انہیں قاضی تک نہ پہنچنے دے۔

اللہ تعالی ہمیں تمام مصائب ومشکلات سے محفوظ رکھے اور ان کے آنے پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اداریہ

توہم پرستی: ایک فکری وسماجی ناسور

مدیر

انسانی تہذیب کی پوری داستان دراصل علم و جہالت، بصیرت وگمراہی اور حقیقت و وہم کے درمیان ایک مسلسل کشمکش کی داستان ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے جنہوں نے عقل وشعور کی روشنی میں زندگی کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی، اور ایسے گروہ بھی پیدا ہوتے رہے جو اوہام، خرافات اور بے بنیاد تصورات کی زنجیروں میں جکڑے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی ترقی کا سفر جتنا علم، تحقیق اور تدبر سے وابستہ ہے، اتنا ہی اس کا زوال توہم پرستی، جہالت اور فکری جمود سے وابستہ ہے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے ہمیشہ اپنے گرد و پیش کے واقعات کو سمجھنے، مستقبل کے اندیشوں سے نمٹنے اور زندگی کے نشیب وفراز کی توجیہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب علم، عقل اور وحی کی روشنی میسر نہ ہو تو انسان عموماً وہم وگمان، قیاس آرائی اور توہمات کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توہم پرستی تقریباً ہر دور، ہر تہذیب اور ہر معاشرے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ اسلام نے جب انسانیت کی رہنمائی کے لیے اپنی عالمگیر تعلیمات پیش کیں تو اس نے صرف بت پرستی ہی کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ فکر وعقیدہ کی ان تمام زنجیروں کو بھی توڑ دیا جو انسان کو اوہام، خرافات اور بے بنیاد تصورات کا غلام بنا دیتی تھیں۔

توہم پرستی محض چند بے بنیاد عقائد یا غیر معقول خیالات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسی فکری بیماری ہے جو انسان کی سوچنے، سمجھنے اور صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے۔ جب وہم عقل پر غالب آجاتا ہے تو حقیقت پسندی کی جگہ خیالاتی دنیا لے لیتی ہے، دلیل کی جگہ گمان اور تحقیق کی جگہ اندھی تقلید جنم لینے لگتی ہے۔ چنانچہ فرد کی فکری قوت مضمحل اور معاشرے کی اجتماعی بصیرت کمزور ہوجاتی ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اکیسویں صدی کے حیرت انگیز سائنسی اور تکنیکی انقلاب کے باوجود توہم پرستی آج بھی مختلف شکلوں میں زندہ ہے۔ انسان نے چاند پر کمندیں ڈال دیں، سمندروں کی تہوں تک رسائی حاصل کر لی، مصنوعی ذہانت اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے دنیا کو ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا، لیکن اس کے باوجود انسانی ذہن کے بعض گوشے اب بھی اوہام و خرافات کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ کہیں ستاروں کی گردش سے قسمت کا فیصلہ کیا جا رہا ہے، کہیں مخصوص دنوں اور مہینوں کو منحوس سمجھا جا رہا ہے، کہیں تعویذوں اور جعلی عملیات کو زندگی کے مسائل کا حل تصور کیا جا رہا ہے، اور کہیں غیر

ثابت شدہ روایات کو عقیدے کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ توہم پرستی کا تعلق صرف جہالت سے نہیں بلکہ خوف، عدمِ تحفظ اور فکری کمزوری سے بھی ہے۔ جب انسان مستقبل کے بارے میں غیر یقینی کیفیت کا شکار ہوتا ہے، جب وہ مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کرتا ہے اور جب اس کے اندر ایمان، علم اور اعتماد کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے تو وہ غیر حقیقی سہاروں کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ یہی تلاش اسے کبھی نجومیوں کے دروازے تک لے جاتی ہے، کبھی جعلی عاملوں کے آستانوں تک اور کبھی ایسے تصورات کی طرف جو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ شریعت۔

اسلام نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ توہمات کی آماجگاہ تھا۔ عربوں کے ہاں بدشگونی، فال گیری، ستارہ پرستی اور بے شمار خرافات عام تھیں۔ پرندوں کی اڑان سے قسمت کا فیصلہ کیا جاتا، جانوروں کی آوازوں سے مستقبل کے احوال معلوم کیے جاتے اور مختلف اشیاء کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان تمام جاہلی تصورات کا خاتمہ کرتے ہوئے انسان کو براہِ راست ربِ کائنات سے جوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کائنات میں نفع و نقصان کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی چیز کی ذاتی نحوست یا برکت کا عقیدہ رکھنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

اسلامی عقیدۂ توحید دراصل توہم پرستی کے خلاف سب سے مضبوط فکری قلعہ ہے۔ جب ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، کوئی پتہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہل سکتا اور کوئی نفع یا نقصان اس کی مشیت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا، تو پھر اس کے دل میں اوہام و خرافات کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ توحید انسان کو ہر قسم کی ذہنی غلامی سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اعتماد کی دولت عطا کرتی ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عقل و فکر کی آبیاری کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ قرآن بار بار سوال کرتا ہے: ”کیا تم غور نہیں کرتے؟“، ”کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“، ”کیا تم تدبر نہیں کرتے؟“۔ گویا اسلام کا پورا فکری نظام تحقیق، استدلال اور شعور کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے سنہری دور میں مسلمان دنیا کے عظیم ترین مفکر، محدث، فقیہ، طبیب، ریاضی دان اور سائنس دان بن کر ابھرے۔ ان کے علمی کارناموں نے دنیا کی فکری تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ لیکن جب علم کی جگہ تقلید، تحقیق کی جگہ جمود اور بصیرت کی جگہ توہمات نے لے لی تو زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے اور گمراہی بڑھنے لگی۔

توہم پرستی صرف ایک انفرادی مسئلہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی بیماری بھی ہے۔ اس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ جب ایک قوم میں توہمات فروغ پانے لگیں تو اس کا اجتماعی مزاج حقیقت پسندی کے بجائے خیال پرستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ محنت، منصوبہ بندی، جدوجہد اور علمی ترقی کے بجائے قسمت، بدشگونی اور غیر حقیقی اسباب پر اعتماد بڑھنے لگتا ہے۔ نتیجتاً معاشرہ عملی میدانوں میں پیچھے رہ جاتا ہے اور ترقی کی دوڑ میں دوسروں سے بہت دور ہو جاتا ہے۔

معاشرتی سطح پر توہم پرستی استحصال کے دروازے بھی کھول دیتی ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں بعض مفاد پرست افراد نے عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا ہے۔جعلی عامل،شعبدہ باز، نجومی اور قسمت بتانے والے لوگوں کے خوف، پریشانی اور مجبوری کو تجارت کا ذریعہ بناتے رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بعض افراد بھی اس دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔یہ صورتِ حال اس بات کی دلیل ہے کہ صرف ڈگریاں کافی نہیں ہوتیں بلکہ صحیح فکری تربیت بھی ضروری ہے۔

نفسیاتی اعتبار سے بھی توہم پرستی انتہائی نقصان دہ ہے۔ یہ انسان کو مستقل خوف، اضطراب اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا رکھتی ہے۔ وہ ہر واقعے کے پیچھے خیالی اسباب تلاش کرتا ہے، ہر ناکامی کو کسی بدشگونی سے جوڑتا ہے اور ہر مشکل کا ذمہ دار کسی فرضی قوت کو سمجھتا ہے۔ یوں اس کی قوتِ ارادی کمزور اور شخصیت غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایمان، توکل اور یقین انسان کے اندر اعتماد، استقامت اور حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔

آج ذرائع ابلاغ،سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے بھی توہمات کے پھیلاؤ میں بعض اوقات منفی کردار ادا کیا ہے۔جھوٹے عملیات،جعلی روحانی نسخے، نجومی پیش گوئیاں اور غیر مستند روایات لمحوں میں لاکھوں لوگوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ایسے ماحول میں اہلِ علم، دانشوروں، اساتذہ اور علماء کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ علمی بصیرت، دینی شعور اور تحقیقی مزاج کو فروغ دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ توہم پرستی کے خلاف جنگ صرف چند رسوم ورواج کے خلاف جنگ نہیں بلکہ ایک فکری معرکہ ہے۔ یہ معرکہ علم اور جہالت، یقین اور گمان، بصیرت اور اندھی تقلید کے درمیان برپا ہے۔ جو معاشرے علم کو اپنا ہتھیار بناتے ہیں وہ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں، جبکہ جو قومیں اوہام وخرافات کی زنجیروں میں قید رہتی ہیں وہ تاریخ کے حاشیوں پر گم ہو جاتی ہیں۔

آج امتِ مسلمہ کو جس فکری بیداری کی ضرورت ہے، اس کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں توہم پرستی کے ہر مظہر کا محاسبہ کرے۔ گھروں، مدارس، جامعات، مساجد اور ذرائع ابلاغ میں ایسے شعور کو فروغ دیا جائے جو عقلِ سلیم، صحیح عقیدہ اور مستند علم پر مبنی ہو۔نئی نسل کو یہ سکھایا جائے کہ کامیابی کا راز محنت، دعا، توکل اور صحیح اسباب اختیار کرنے میں ہے، نہ کہ اوہام وخرافات میں۔

بلاشبہ توہم پرستی ایک فکری وسماجی ناسور ہے، لیکن اس ناسور کا علاج بھی موجود ہے، اور وہ ہے: علم کی روشنی، ایمان کی قوت، تحقیق کا ذوق اور توحید کا صحیح شعور۔ جب یہ عناصر فرد اور معاشرے کی زندگی میں راسخ ہو جائیں گے تو اوہام کے تمام سائے چھٹ جائیں گے، فکری افق روشن ہو جائے گا اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جو عقل و وحی کی رہنمائی میں ترقی، اعتدال اور کامیابی کی منزلیں طے کرے گا۔یہی اسلام کا مطلوبہ معاشرہ ہے اور یہی ہماری فکری بقا اور اجتماعی نجات کا راستہ بھی۔ اس لئے ہمیں اوہام وخرافات کی دنیا سے نکل کر حقیقت اور ایمان وتوکل کے راستے پر گامزن ہونا چاہئے تاکہ دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں سرخروئی مل سکے۔ وما توفیقی الا باللہ

عقیدہ ومنہج

ظلم اوراس کی اقسام وصورتیں

● شیخ مختاراحمد محمدی مدنی (الجبیل، سعودی عرب)

قارئین کرام ! شرعی اصطلاحات کی توضیح پر راقم نے ایک سلسلہ شروع کیا ہے اس سے قبل کفر اصغر وکفر اکبر، نفاق اصغر ونفاق اکبر پر گفتگو ہو چکی ہے، آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے: ظلم اوراس کی اقسام، ایک مسلمان کے لئے سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج کے مطابق ان مصطلحات اوران کے درمیان جو فرق ہے ان کا جاننا بیحد ضروری ہے، ورنہ انسان جادہ حق سے بھٹک کر گمراہ ہوجائے گا جیسے خوارج جب انہوں نے سلف صالحین کی روش کو چھوڑ کر شرعی اصطلاحات والفاظ کی من مانی تشریح کی تو گمراہی کا شکار ہو گئے، سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج سے خروج وبغاوت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کی تکفیر کی پھر ان کی جان ومال کو حلال کرلیا، مسلمانوں کے قتل کو عبادت اور جہاد قرار دے دیا، اسی طرح سارے اہل بدعت وسارے اہل زیغ وضلال ہیں جب انہوں نے سلف صالحین کی روش اوران کا منہج چھوڑا تو راہ حق سے بھٹک گئے، خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ بن گئے، اس لئے ان الفاظ واصطلاحات کے معانی ومطالب کیا ہیں؟ ان میں باہمی فرق کیا ہے؟ کس لفظ سے کیا مراد ہے؟ ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

ظلم کے لغوی معنی ہیں: **وَضْعُ الشّيْئِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ** یعنی کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا یعنی زیادتی کرنا، حد سے بڑھنا۔

علماء نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں: مثال کے طور پر ناانصافی کرنا، کسی کو تکلیف پہونچانا، حق سے تجاوز کرنا، کسی کو اس کا حق نہ دینا، کسی کو ناحق مارنا، کسی کو ستانا، بلا اجازت تصرف کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ظلم کی خطرناکی اوراس کی مذمت :

اسلام عدل وانصاف کا علمبردار ہے، اس لئے اسلام میں ہر طرح کا ظلم حرام ہے، ایک لمبی حدیث قدسی میں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے:

"یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا". (صحیح مسلم)

یعنی: "اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو"۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :**"اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامة، واتقوا الشح فان الشح أهلك من كان قبلكم حملهم أن سفكوا دمائهم واستحلوا محارمه ".** (صحیح مسلم)

یعنی: "ظلم سے بچو کیونکہ ظلم سے قیامت کے دین تاریکیاں ہی ہوں گی، اور حرص وطمع سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا، اس نے انہیں آپس میں خونریزی اور حرام چیزوں کے ارتکاب پر ابھارا"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب". (بخاری ومسلم) یعنی:''مظلوم کی بددعاء سے بچو، اس کی بددعاء اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"ثلاث دعوات مستجابات لا شك فيهن، دعوة الوالد، ودعوة المسافر ودعوة المظلوم". (سنن ابوداؤد وترمذی حدیث حسن)

یعنی:''تین ایسے لوگ ہیں جن کی دعائیں بغیر کسی شک کے قبول ہوتی ہیں والد، مسافر اور مظلوم کی دعاء''۔

مظلوم اگر کافر ہے تو اس کی بھی بددعا اللہ تعالی قبول کرتا ہے، کافر سے محبت میں نہیں، عدل سے محبت کی خاطر اس لئے کہ اللہ تعالی عدل والا ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"ان الله ليملى للظالم فاذا أخذه لم يفلته". (صحیح مسلم)

یعنی:''اللہ تعالی ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا''۔

عن عروة بن الزبير أن أروى بنت أويس ادعت على سعيد بن زيد أنه أخذ شيئا من أرضها، فخاصمته الى مروان بن الحكم ، فقال سعيد: أنا كنت آخذ شيئا من أرضها بعد الذى سمعت من رسول الله ﷺ؟ فقال مروان وما سمعت من رسول الله؟ قال: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فانه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين، فقال له مروان: لا أسألك بينة بعد هذا، فقال: اللهم ان كانت كاذبة فعم بصرها واقتلها فى أرضها، قال: فما ماتت حتى ذهب بصرها ثم بينما هى تمشى فى أرضها اذا وقعت فى حفرة فماتت.(متفق علیہ)

عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے سعید بن زید (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ) کے خلاف دعوی کیا کہ انہوں نے اس کی زمین ہتھیالی ہے، وہ مروان بن الحکم کے پاس مقدمہ لے کر گئی، تو سعید بن زید نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث سننے کے بعد بھی کیا میں اس کی زمین ہڑپ کرسکتا ہوں؟ مروان بن الحکم نے کہا: آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ کہا: جس نے کسی کی بھی زمین ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو ظلما لی تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا، مروان نے ان سے کہا: اب اس کے بعد میں آپ سے ثبوت نہیں مانگتا، سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر بددعا کردی، فرمایا اے اللہ یہ عورت اگر جھوٹی ہے تو اس کی بینائی چھین لے اور اسے اسی کی زمین میں موت دے دے، راوی کہتے ہیں کہ اس وقت تک اس عورت کی موت نہیں ہوئی جب تک کہ اس کی بینائی ختم نہیں ہوگئی، وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڈھے میں گر کر مرگئی۔ (بخاری ومسلم)

صاحب ورع وزہد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ان لقيت الله بسبعين ذنبا فيما بينك وبين الله أهون عليك من أن تلقاه بذنب واحد فيما بينك وبين العباد.

یعنی: تم ستر گناہ (شرک کے علاوہ) لے کر اللہ سے ملاقات کرو جس کا تعلق تمہارے اور اللہ کے درمیان ہو، یہ زیادہ آسان

ہے کہ تم اللہ سے ایک گناہ کے ساتھ ملو اور اس کا تعلق بندوں سے ہو۔

ظلم کی دو قسمیں ہیں: نمبر ۱۔ ظلم اکبر:

یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا، یا اللہ کے ساتھ کفر کرنا، یہ ظلم اس طرح ہے کہ اللہ کے سوا بندہ جس کی عبادت کرتا ہے وہ عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں، ساری عبادتوں کا مستحق صرف اور صرف اللہ کی ذات واحد ہے، گویا وہ عبادت کو ایسی جگہ رکھ رہا ہے جو اس کی جگہ نہیں ہے یہی معاملہ کفر کا ہے، اگر کوئی اللہ کے سوا کسی اور پر ایمان لاتا ہے یا اللہ کے سوا کسی اور کو رب اور خالق و مالک مانتا ہے تو وہ بڑے ظلم کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے، گویا وہ ایمان کو ایسی جگہ رکھ رہا ہے جو اس کی جگہ نہیں ہے جس ذات کو خالق مالک اور رب ماننا چاہئے اس کا انکار کر رہا ہے اور جس کا انکار ہونا چاہئے اس پر ایمان لا رہا ہے، اس کو خالق مالک اور رب مان رہا ہے، یہ سب ظلم ہے، اتنا بڑا ظلم کہ اس کے ارتکاب سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

یعنی: ''جب لقمان نے وعظ کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا: میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، کیوں کہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔

اس آیۃ میں ظلم سے مراد شرک ہے اس کی دلیل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی: ﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام: ۸۲] یعنی: ''جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا ایسے لوگوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

تو یہ آیت صحابہ کرام پر گراں گذری، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: **أينا لا يظلم نفسه** یعنی ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جیسا تم سمجھتے ہو ویسا نہیں ہے یہ ویسے ہی ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: **''يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ''**. (صحیح بخاری و مسلم واللفظ لہ)

﴿إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ [المائدہ: ۷۲]

یعنی: ''جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا''۔

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ ٱلنَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾

[الانعام: ۱۴۴]

یعنی: ''اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گڑھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یقینا اللہ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [یونس: ۱۰۶]

یعنی: ''اور اللہ تعالی کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکے، پھر بھی اگر ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

اللہ تعالی نوح علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِذَا ٱسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى ٱلْفُلْكِ فَقُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى نَجَّىٰنَا مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [المؤمنون: ۲۸]

یعنی: ''جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر اطمینان سے بیٹھ

جائیں تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی''۔

﴿فَٱلۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٖ نَّفۡعٗا وَلَا ضَرّٗا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُواْ ذُوقُواْ عَذَابَ ٱلنَّارِ ٱلَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾ [سباء:۴۲]

یعنی: ''آج تم میں سے کوئی کسی کے لئے نفع نقصان کا مالک نہ ہوگا اور ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے''۔

درج بالا تمام آیات میں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں، اسی طرح وہ تمام آیات جن میں قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہے اور آخر میں اللہ نے فرمایا: ﴿فَبُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ یعنی ظالم قوموں کے لئے بربادی وہلاکت ہو، تو وہاں ظالمین سے بڑے ظلم کا ارتکاب کرنے والے مشرکین وکفار مراد ہیں۔

نمبر۲۔ظلم اصغر:

جیسے انسان کا اپنے اوپر ظلم کرنا، کسی کو اس کا حق نہ دینا، کسی کو مارنا، ناانصافی کرنا وغیرہ، یہ وہ ظلم ہے جسے ظلم اصغر کہا جاتا ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن صرف اس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور نہ ہی ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوتا ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمۡسِكُوهُنَّ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعۡرُوفٖۚ وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارٗا لِّتَعۡتَدُواْۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهُۥ﴾ [البقرۃ:۲۳۱]

یعنی: ''جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ، یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو، اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو شخص ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا''۔

ظلم اصغر کی بہت ساری صورتیں ہیں مثال کے طور پر:

(۱) قولی ظلم: یعنی زبان سے کسی پر ظلم کرنا جیسے غیبت، چغل خوری کرنا، گالی دینا، برے القاب سے پکارنا، مذاق اڑانا، تہمت لگانا، لوگوں کے عیوب بیان کرنا، جھوٹی گواہی دینا، متعین زندہ افراد پر لعنت بھیجنا وغیرہ۔

(۲) عمل وفعل سے کسی پر ظلم کرنا جیسے ناحق قتل کرنا، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، کسی کو مارنا پیٹنا، والدین کے حقوق ادا نہ کرنا، کسی کی ملکیت وجائیداد پر ناجائز قبضہ کرنا، بیویوں کو مہر نہ دینا، اللہ کی مسجدوں سے لوگوں کو روکنا، لوگوں کو ستانا، قرض واپس نہ کرنا، حق پر باطل کی مدد کرنا، گواہی کو چھپانا، حقائق مٹا دینا، وعدوں کو توڑ دینا، حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا، عورتوں کا نان ونفقہ اور ان کے حقوق نہ دینا، عورتوں کا اپنے شوہروں کی جائز چیزوں میں اطاعت نہ کرنا، ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنا، ناحق طور پر یتیموں کا مال کھانا، جانوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا، انہیں چارہ گھاس نہ دینا، وغیرہ۔

(۳) دل سے ظلم جیسے کسی کو حقیر جاننا، نفرت کرنا، حسد کرنا، بغض وعداوت رکھنا۔

(۴) انسان کا اپنے اوپر ظلم کرنا جیسے شرک وکفر کا ارتکاب کرے یہ نفس پر بڑا ظلم ہے، گناہوں کا ارتکاب کرے، اللہ کی عبادت وبندگی سے روگردانی اختیار کرے، شہوات کے پیچھے پڑے رہے، علم حاصل نہ کرے، فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، اپنے آپ کو گناہوں میں ملوث کرلے، بیمار ہو دوا نہ کرے، اپنی صحت وتندرستی کا خیال نہ رکھے، طاقت سے زیادہ کام کرے، جسم کو آرام نہ دے، شادی بیاہ کی طاقت اور گناہ میں پڑ جانے کے امکانات کے باوجود شادی نہ کرے، وغیرہ۔

(۵) بچوں پر ظلم جیسے: ان کی دینی تربیت نہ کرنا، انہیں صلاۃ

وصوم سے اور داڑھی رکھنے سے روکنا، کپڑوں کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے سے منع کرنا، ان پر بد دعا کرنا، ان پر لعنت بھیجنا، ان کے درمیان انصاف نہ کرنا، بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا، بچیوں کو وراثت نہ دینا، بچیوں کی شادی میں مال کے لئے تاخیر کرنا۔

(۶) عمال یعنی نوکروں پر ظلم: جیسے تنخواہ نہ دینا، یا کام زیادہ لینا اور تنخواہ کم دینا، یا معاہدہ وایگریمنٹ سے زیادہ کام لینا۔

(۷) ذمہ داران پر ظلم: جیسے ڈیوٹی کے اوقات میں اپنا ذاتی کام کرنا، منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا، بلا اجازت ڈیوٹی سے غائب رہنا، غبن کرنا، مال چرانا، رازوں کا افشاء کرنا، کما حقہ ذمہ داری ادا نہ کرنا، وغیرہ۔

(۸) لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا جیسے رشوت، سود، چوری، ڈکیتی، جوا، معاملات میں دھوکہ دہی، خیانت، غبن، جھوٹی گواہی، مال بیچتے وقت عیوب چھپانا، جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنا یہ ساری چیزیں اور صورتیں ظلم اصغر میں آتی ہیں جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا، البتہ یہ حقوق العباد ہیں جب تک ادا نہ کردیئے جائیں یا بندہ معاف نہ کردے اللہ تعالی بھی معاف نہیں کرے گا، قیامت کے دن اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو مظلوموں کو دے دی جائیں گی، اگر دینے کے باوجود اس کے پاس نیکیاں باقی رہیں اور اللہ کا فضل رہا تو وہ جنت کا حقدار ہوگا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں کم پڑ گئیں تو مظلوموں کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا پھر وہ جہنم کا حقدار بن جائے گا، پھر اللہ کی طرف سے جو سزا مقرر ہوگی کاٹنے کے بعد اسے جہنم سے نکالا جائے گا لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کی وفات توحید پر ہوئی ہوگی اور اس نے شرک نہ کیا ہوگا، کیونکہ شرک پر جس کی وفات ہوگی، ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔

دین اسلام میں حقوق العباد کی کیا اہمیت ہے، اس کی سنگینی وخطرناکی کا اندازہ درج ذیل چند حدیثوں سے لگایا جاسکتا ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”**من اقتطع حق امرء مسلم بيمينه فقد أوجب الله له النار وحرم عليه الجنة، فقال رجل وان كان شيئا يسيرا يارسول الله ؟ قال :وان قضيبا من آراک**“.(مسلم)

یعنی: ”جس نے جھوٹی قسم سے کس مسلمان کا حق کھالیا ایسے شخص پر اللہ تعالی جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کردیتا ہے، ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ چاہے وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پیلو کی لکڑی یعنی مسواک ہی کیوں نہ ہو“۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”**من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أوشىء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، ان كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وان لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه**“.(متفق علیہ)

یعنی: ”جس نے اپنے بھائی کی عزت یا کسی بھی چیز میں ظلم کیا ہے تو اس دن آنے سے پہلے جہاں روپے پیسے نہیں ہوں گے دنیا ہی میں اس سے حلال ہوجائے، اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا“۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”**أتدرون من المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولامتاع، فقال: ان المفلس من أمتى يأتى يوم القيامة**

بصلاة وصيام وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فان فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطايا هم فطرحت عليه ثم طرح فى النار".(صحیح مسلم)

یعنی:''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا: جس کے مال ومتاع نہ ہو، آپ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن صلاۃ وصوم اور زکاۃ کے ساتھ آئے گا، ساتھ ہی کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اس کی نیکیاں سب کو دے دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور ان سب کا حق ادا نہ ہوا تو ان کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔

درج ذیل آیات میں ظلم سے چھوٹا ظلم مراد ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ﴾[البقرۃ:۱۱۴]

یعنی:''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے''۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَٰدَةً عِندَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾[البقرۃ:۱۴۰]

یعنی:''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اپنے پاس اللہ کی شہادت چھپائے، اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں''۔

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۟ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ﴾[البقرۃ:۲۳۱]

یعنی:''جب تم بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو انہیں اچھی طرح روک لو یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو، انہیں ضرر پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو ایسا کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا''۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾

[النساء:۱۰]

یعنی:''جو ظلما یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کو آگ کھا کر بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں جائیں گے''۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ﴾[الطلاق:۱]

یعنی:''اے نبی! جب اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے شروع) میں ان کو طلاق دو، اور عدت کو شمار کرو، اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو اللہ کی حدود سے آگے بڑھ جائے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا''۔

معلوم ہوا کہ قرآن وسنت میں ہر جگہ ظلم سے بڑا ظلم ہی نہیں مراد ہے بلکہ کہیں بڑا ظلم یعنی کفر وشرک تو کہیں چھوٹا ظلم یعنی معصیت ونافرمانی مراد ہے، اس لئے یہ فرق ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ لوگوں یا گناہوں پر حکم لگانے میں ہم ظلم وزیادتی اور غلو وتشدد سے بچ سکیں، اللہ تعالی ہمیں ہر طرح کے ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھے، سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج پر قائم رکھے آمین۔

تعلیم وتربیت

یونیورسٹی میں زیر تعلیم طلبۂ مدارس، دینی تشخص اور مواقع دعوت

● شیخ رشید سمیع سلفی (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مدارس نے ایک زمانے سے عالمیت یا فضیلت کے طلبہ کے لئے یونیورسٹی میں داخلے اور تعلیم حاصل کرنے کے راستے ہموار کئے، اس سے فائدہ یہ ہوا کہ فارغین مدارس کو زندگی میں معاشی اعتبار سے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع نصیب ہوئے، طلبہ کی ایک کثیر تعداد عالمیت وفضیلت کی تکمیل کے بعد یونیورسٹیوں کا رخ کرنے لگی، آج بھی یونیورسٹیوں میں مدارس کے طلبہ زیر تعلیم ہیں، مدارس کے طلبہ کا یونیورسٹی میں جانا ہمارے بزرگوں کے دلوں میں ایک امید جگا تا تھا، ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، وہ یہ کہ طالبان علوم نبوت یونیورسٹی میں مدارس کے نمائندہ ہونگے، عصری درسگاہوں میں ان کے علم کی روشنی اندھیروں میں چراغ ثابت ہوگی، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد۔

یہ بات صرف خواب وخیال ثابت ہوئی، طلبہ کا یونیورسٹی میں جاکر اپنے دینی تشخص سے دستبردار ہوجانا اور اخلاقی وفکری اعتبار سے دوسروں کے سانچے میں ڈھل جانا ایک بہت بڑا المیہ بن کر سامنے آیا ہے، طلبہ یونیورسٹی میں پہونچتے ہیں تو ان پر نہ صرف وہاں کا ماحول اثر انداز ہوجاتا ہے بلکہ افکار ونظریات بھی گرد آلود ہوجاتے ہیں الا ماشاء اللہ، یہ یونیورسٹی کی چکا چوند سے مرعوب ہوجاتے ہیں، نئی جگہ، نیا ماحول، نئے لوگ اور نئی فضا کو دیکھ کر سہم جاتے ہیں اور اول روز سے احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ مدارس سے اپنے تعلق کو چھپاتے پھرتے ہیں۔

ستم ظریفی یہ کہ صرف لباس نہیں بلکہ عادات واطوار پر بھی غیروں کا رنگ چڑھنا شروع ہوجاتا ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مدارس کے طلبہ وہاں پر اپنے امتیازی تشخص اور پورے فخر کے ساتھ اپنی شناخت ظاہر کرتے، اپنے اقدار وروایات کے ساتھ اس مخلوط ماحول میں زندگی گزارتے۔ دنیا کے تیور دیکھ کر ذرا بھی ہتک محسوس نہ کرتے بلکہ اسے اپنا امتیاز مان کر پورے حوصلے کے ساتھ نمایاں رہتے، ان طلبہ کیلئے آئیڈیل بنتے جو دین کے اس ورزن پر یقین کرتے ہیں جس کو خارجی اقدار وروایات کا ملغوبہ بنا دیا گیا ہے، اور جس میں چند ظاہری عبادات کو اگر چھوڑ دیں تو زیادہ تر حصہ ویسٹرن کلچر سے مستعار ہوتا ہے، قدریں، ترجیحات، مقاصد اور اہداف دنیادارانہ طرز کے حامل ہوجاتے ہیں۔

اس صورتحال میں طلبہ مدارس سے دعوت دین کے بارے میں کس طرح کی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں؟ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جامعہ کے عصری فارغین میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی

ہیں جو اپنے تشخص، اقدار اور شناخت کے ساتھ یونیورسٹی میں اور یونیورسٹی کے بعد بھی میدان دعوت میں سرگرم عمل نظر آتی ہیں، مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔

ضروری ہے کہ یونیورسٹی جانے والے مدارس کے طلبہ پہلے اپنے نفس کو دعوتی پروسیس سے گزاریں، تزکیہ نفس ہر مسلمان کی ذمے داری ہے، مدارس سے نکلنے کے بعد اپنے تشخص، روایات اور خصوصیات سے اس طرح چمٹ جائیں کہ ان کو ان کے تشخص وشناخت سے کوئی بے دخل نہ کرسکے اور اپنی روایات کے ساتھ تعلیم کے سفر میں آگے بڑھیں، فکر، منہج، کلچر اور دینی مسلمات سے ایک بالشت بھی ہٹنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ یہ اس لئے کہ وہ اس دینی وضع کے ساتھ دعوت کے میدان میں اپنا مؤثر رول ادا کرسکیں۔

مدارس کے عصری طلبہ کو دعوت دین کی اہمیت، فضیلت اور ذمے داری کا شرح صدر کے ساتھ ادراک ہونا چاہیے، درجنوں آیات واحادیث ہیں جو دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت اور اہمیت کو بتاتی ہیں، یہ انبیاء کا مشن اور سلف کی ترجیح تھی، اللہ تعالی نے دعوت کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ [فصلت: ۳۳]

"اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے"۔

غور کیجئے اللہ تعالی نے کس شان سے دعوت کے مقدس عمل کو ذکر فرمایا ہے، نیز یہ بھی بتادیا کہ داعی کو عمل صالح کا خوگر ہونا چاہیے، ایک شخص علمی قابلیت کے ساتھ اگر مثالی کردار رکھتا ہو تو وہ اپنے دین، فکر، کردار اور کلچر کے وزن کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہو لوگ اس کو سپیس دیتے ہیں، اس کی بات سنتے ہیں، اس کو موقع دیتے ہیں، ایسا طالب علم بہت اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسے کہاں اور کس طرح اپنی بات رکھنی ہے، آپ کی قابلیت آپ کو سننے پر لوگوں کو مجبور کرے گی، یاد کریں حضرت یوسف علیہ السلام کی بات قید خانے میں قیدی اس لئے سننے پر مجبور ہوئے کہ آپ اپنے علم تعبیر رؤیا اور حسن کردار سے ان کو پہلے سے متاثر کرچکے تھے، پھر آپ کا یہی علم اور حسن کردار آپ کی قید سے آزادی اور اقتدار تک پہونچنے کا راستہ بھی ہموار کرتا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قید خانے میں ان قیدیوں کو جو اپنا وقت لہو ولعب میں گذارتے تھے، صوم وصلاۃ کا پابند کردیا، ان کو بااخلاق اور پابند شرع بنا دیا، مثالی علم وعمل ہو تو صحراء میں بھی پھول کھلایا جاسکتا ہے، اور قید خانے میں بھی انقلاب کی جوت جگائی جاسکتی ہے۔ میرا اب تک کا تجربہ رہا ہے کہ مدارس کی بہترین صلاحیتیں اور اچھے دماغ یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، ان کے لئے یہ بہت حد تک ممکن ہے کہ وہ ایک علمی واخلاقی شخصیت بن کر دعوت کے میدان میں کامیابیوں کی شروعات کرسکتے ہیں۔

دعوت کے کام سے پہلے یونیورسٹیوں میں موجود طلبہ کو باہم مربوط ہونا پڑے گا، ایک ادارے، ایک مسلک اور ایک دین سے وابسطہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر رہنا اپنے خول میں بند رہنا اسلامی اور اخلاقی معیار کے خلاف

ہے،طلبہ کو ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا چاہئے کیونکہ باہم مشورے اور تعاون کیلئے یہ بہت مفید ہے،سینئرز کو چاہیے کہ جونئرز طلبہ کو جوڑیں اور ان کی نگرانی کریں، جب چند دماغ ملتے ہیں تو کسی بھی کام کے لئے راستے ہموار ہوتے ہیں،عمل وکوشش کے نئے درواہوتے ہیں۔

یونیورسٹی میں دعوت کے کام کیلئے کئی جہات ہیں،کئی مجال ہیں،غیر مسلم طلبہ میں دعوت،مسلم طلبہ میں دعوت،ہم مسلک طلبہ میں دعوت اور بعد از تکمیل تعلیم بھی دعوتی جدوجہد ...یہ چند مجالات ہیں جہاں دعوت وتبلیغ کا نظم ہونا چاہیے۔

ہمارے نبی ﷺ نے تمام جہات میں دعوتی عمل انجام دیا ہے،قرآن کریم میں ہر طرح کی دعوت کیلئے مواد موجود ہے،مکہ میں آپ ﷺ نے غیر مسلموں میں دعوتی کوششیں کی ہیں، مدینہ میں زیادہ تر مسلمانوں کی تربیت وتزکیہ کا کام ہوا اور غیروں میں بھی دعوتی جہود کا سلسلہ جاری رہا۔چونکہ یونیورسٹی میں غیر مسلم طلبہ کثیر تعداد میں ہوتے ہیں،مسلم طلبہ کے ان سے روابط بھی ہوتے ہیں،بعض مسلم طلبہ کے وہ روم پارٹنر بھی ہوتے ہیں،مسلم اور غیر مسلم طلبہ میں باہم تبادلہ خیال بھی ہوا کرتا ہے،اگر دیکھا جائے تو حکمت کے ساتھ غیر مسلم طلبہ میں موقع ومحل سے دعوت کا کام کیا جاسکتا ہے،جمہوری دور اور جدید ذہن اسلام کی تعلیمات کے لئے ہموار ہے،چند ملاقاتوں کے بعد یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ طبع ومزاج دعوت کے لئے سازگار ہیں یا نہیں ہیں،اگر ہیں تو مناسب موقع پیدا کرکے دعوت دینے کی کوشش کی جانی چاہیے، بعض غیر مسلم طلبہ تو آگے بڑھ کر اسلام کے بارے میں پوچھتے ہیں،اب آپ کا پرزنٹیشن فیصلہ کرے گا کہ آپ سائل کو کس قدر مطمئن ومتاثر کرسکے ہیں؟اس لئے دعوتی سوچ کے ساتھ دعوتی تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرا مجال مسلم طلبہ کا ہے،ان کی طرف توجہ مبذول کرنی اشد ضروری ہے کیونکہ اسلام مخالف افکار کی ہوائیں اذہان کو متاثر کررہی ہیں، یہاں تک کہ الحاد ودہریت سے بھی لوگ متاثر ہوجاتے ہیں،ذاتی تعلقات اور انفرادی ملاقات بہترین ذریعہ ہیں،اجتماع اور پروگرام کے انعقاد کی کوشش ایک مشکل ترین امر ہے لیکن ناممکن نہیں ہے،جہاں اکثریت مسلم طلبہ کی ہے وہاں دعوتی سرگرمیاں آسان ہیں اور جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے وہاں پر بھی امکانات کا دروازہ بند نہیں ہے،انفرادی ملاقات، دوستی اور تعلقات کے علاوہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا بہترین دعوتی ذریعہ ہیں،سوشل میڈیا گروپس اور ڈسکشن بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے،عموماً طلبہ افطار پارٹیاں کرکے بھی غیر مسلم طلبہ کو دسترخوان پر بلاتے ہیں مگر یہ صرف خورد ونوش تک محدود ہوتا ہے،اس دعوت طعام کو دعوت اسلام کی شکل بھی دی جاسکتی ہے،یہ ایک مثال ہے،اس طرح سے مزید مناسبات دعوت کے پیدا کئے جاسکتے۔

جو ہم مسلک طلبہ ہیں ان سے ربط وتعلق رکھنا اور ان کے اندر دینی اور منہجی شعور کی بقاء کیلئے کوششیں کرنا بھی ضروری امر ہے،اگر یونیورسٹی میں مسجد ہے تو دعاۃ علماء کے ذریعے دروس کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے اور رکاوٹیں ہوں تو رہائشی کمروں کو بھی دعوتی مقصد کے لئے بروئے کار لایا جاسکتا ہے،ان مقامات پر جہاں طلبہ کے

اٹھنے بیٹھنے کا معمول ہو،جمع ہونے کی روٹین ہو وہاں پر دعوتی پمفلٹس اور کتابچے رکھ کر بھی اس دعوتی ضرورت کی تکمیل کی جاسکتی ہے،اگر دعوتی ذہن اور سوچ ہوتو مواقع ازخود پیدا ہوتے ہیں بس داعی پوری ذہنی آمادگی کے ساتھ دعوت کے اس انبیائی مشن کو حرز جان بنانے کی کوشش کرے،اللہ کے رسول ﷺ ایک یہودی بچے کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا،آپ نے اس بچے سے کہا؛ **یا بنی قل لا اله الااللہ..**اس نے توقف کیا تو آپ نے پھر اپنے کلمات دہرائے پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھا اور خاموش رہا۔ پر آپ کہاں رکنے والے تھے پھر آپ نے وہی بات کہی اب اس نے باپ کی طرف دیکھا اور باپ نے اثبات کا اشارہ دیا بچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور انتقال کر گیا،آپ ﷺ نے فرمایا، **الحمدللہ اللذی انقذ بی من النار** اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری دعوت کے سبب ایک جان کو جہنم سے بچالیا۔ عرض یہ کرنا ہے کہ آپ ﷺ نے عیادت کو دعوت کا موقع بنا لیا،اسی طرح داعیانہ سوچ مواقع تلاش لیا کرتی ہے۔

ایک انتہائی اہم بات یہ ہیکہ جامعہ کے عصری فارغین کو یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے دنیوی ذمے داریوں کے ساتھ دعوت کے کام سے جڑے رہنا چاہئے،یہ قوم،مدارس اور اس علم دین کا قرض ہے جو ہمیشہ ان پر باقی رہے گا،یونیورسٹی کے بعد صرف کسب دنیا کو مقصد زندگی بنالینا اور دعوت وتبلیغ کے کام سے لاتعلق رہنا افسوسناک امر ہے،سٹیج،منبر اور دعوتی مجالات آپ کے لئے بھی ہیں،پورے عالمانہ شان اور دینی تشخص کے ساتھ دعوتی محاذ پر آپ اپنی موجودگی کا درج کرائیں،آپ کے پاس عالمی زبان انگریزی کی مہارت بھی ہے،آپ کا دائرہ بہت وسیع ہے،یہ سلسلہ اگر چل پڑے تو دعوت کے میدان میں ایک غیر معمولی ہلچل نظر آئے گی اور ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔

اہل مدارس کی ذمے داری ہے کہ یونیورسٹی جانے والے طلبہ سے تعلق استوار رکھیں،جامعہ سے نکلنے کے بعد ان سے لاتعلق نہ ہوجائیں،بعض مناسبات سے ان کو جامعہ طلب بھی کریں۔

ان کی خصوصی تربیت بھی کریں،ان کا عقیدہ،منہج اور اخلاق اس درجہ استوار کریں کہ دنیا کی کوئی چیز اسے متزلزل نہ کرسکے۔

اگر ممکن ہوتو گا ہے بگاہے جامعہ کے نمائندے یونیورسٹی جاکر اپنے طلبہ سے ملاقات کریں اور ابناء جامعہ کا نظم کرکے کسی مناسب مقام پر ان کی دینی و دنیاوی رہنمائی کریں۔یہ ایک مشکل امر ہے لیکن قافلہ لٹ رہا ہے اس کا تحفظ ضروری ہے اور دعوت کا فریضہ متقاضی ہے کہ ہم تقاضوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

اس بات کی بھی کوشش ہو کہ وہ ابناء قدیم جو میدان دعوت میں سرگرم عمل ہوں وہ ان ابناء قدیم سے جڑیں جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہے ہوں یا پھر وہ میدان عمل میں اتر چکے ہوں اور کہیں جاب وغیرہ کررہے ہوں۔ان کو بھی حرکت وعمل کے اس بہتے دھارے میں شامل کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے وزن اور رفتار سے ہماری قوت اور وژن میں اضافہ ہو۔اللہ ہم سب ابناء قدیم کو اسلام کیلئے اور جامعہ کیلئے مفید بنائے آمین۔

ردِّ بدعات

ماہ صفر اور اس کی بدعات

● شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين و بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾[الحدید:۲۲] ''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے''۔

وقت اور زمانہ اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس سے بنی نوع انسان کی بے شمار مصلحتیں وابستہ ہیں۔ وقت کوئی بھی ہو اگر ایک بندۂ مومن اسے اللہ کی اطاعت و بندگی اور نیکی کے کاموں میں گزارے تو وہ اس کے حق میں نیک، مفید اور بابرکت ہوگا اسی طرح اگر کوئی اسے گناہ و معصیت اور بدعملی میں گزارے تو وہ اس کیلئے برا اور منحوس ہوگا۔ الغرض کوئی وقت یا زمانہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں واقع ہونے والے اعمال و کردار پر اس کی برکت و نحوست کا دار و مدار ہوتا ہے۔ گناہ و معاصی ہی سب سے بڑی نحوست اور اطاعت و نیکی ہی سب سے بڑی برکت ہے۔

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ''صفر'' کے نام سے جانا جاتا ہے، بدقسمتی سے اس مہینہ میں بھی زمانۂ جاہلیت کی بہت سی بدعتیں مسلمانوں میں درآئی ہیں۔ آیئے کتاب وسنت کی روشنی میں ان امور کا جائزہ لیں:

''صفر'' سے متعلق بعض احادیث:

۱- عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: إن رسول الله ﷺ قال: ''لا عدوى ولا صفر و لا هامة'' فقال أعرابي: يا رسول الله ﷺ فما بال إبلي تكون في الرمل كأنها الظباء، فيأتي البعير الأجرب فيدخل بينها يجربها؟ فقال: ''فمن أعدى الأول''.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوت چھات کوئی چیز نہیں، صفر کچھ بھی نہیں، الو کی نحوست کا کوئی تصور نہیں۔ ایک اعرابی نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے اونٹ صحراؤں میں ہرنوں کی مانند ہوا کرتے ہیں، بعد میں ایک خارش زدہ اونٹ ان کے درمیان داخل ہوتا ہے اور ان سبھوں کو خارش زدہ بنا دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسی بات ہے تو پہلا اونٹ خارش میں کیسے مبتلا ہوا؟۔ (متفق علیہ)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خلق الله كل نفس فكتب حياتها و رزقها ومصائبها'' (دیکھئے: الصحیحہ/۱۱۵۲)

''اللہ نے ہر نفس کو پیدا کیا ہے اور اسی کے ساتھ اس کی زندگی، روزی اور مصیبتوں کو بھی لکھ دیا ہے''۔

۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"لا عدوى و لا طيرة ولا هامة ولا صفر".

چھوت چھات کوئی چیز نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کا کوئی تصور نہیں، صفر کچھ بھی نہیں۔ (متفق علیه)۔

۳- سنن ابو داود کی ایک روایت میں ہے: "سئل مالك رحمہ اللہ عن قوله: "ولا صفر" قال: إن أهل الجاهلية كانوا يحلون صفر، يحلونه عاماً ويحرمونه عاماً، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم "لا صفر". (ابو داود: ۴/۲۳۳/۳۹۱۴ صححہ الالبانی) "امام مالک رحمہ اللہ سے "لاصفر" کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو حلال کر لیتے تھے، ایک سال اسے حلال کرتے تھے اور ایک سال حرام، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفر کچھ بھی نہیں، یعنی صفر کے سلسلہ میں یہ طریقہ حرام ہے"۔

۴- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كانوا يرون أن العمرة في أشهر الحج من أفجر الفجور في الأرض، ويجعلون المحرم صفر، ويقولون: إذا برأ الدبر وعفا الأثر وانسلخ صفر، حلت العمرة لمن اعتمر" (متفق علیہ) "لوگوں کا عقیدہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا روئے زمین کا سب سے بدترین عمل ہے، اور ایسے ہی وہ محرم کو صفر بنا لیا کرتے تھے، اور کہتے تھے: جب حج سے واپسی کے بعد اونٹوں کے جسموں کے گھٹے اور زخم مندمل ہو جائیں اور اس کے سارے نشانات مٹ جائیں اور ماہ صفر ختم ہو جائے تو عازمین عمرہ کے لئے عمرہ حلال ہوگا"۔

۵- امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں: "باب صفر" وهو داء يأخذ البطن". (بخاری مع الفتح ۱۰/۱۷۱) "صفر کا بیان، جو کہ پیٹ کا ایک مرض ہے"۔

مذکورہ احادیث میں وارد بعض الفاظ کی تشریح:

۱- "لا عدویٰ" چھوت چھات نہیں۔ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کا سب سے واضح مفہوم یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض بیماریاں اللہ کی تقدیر اور مشیت کے بغیر بذات خود متعدی ہوتی ہیں اور دوسروں میں سرایت کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کے جواب میں اس مسئلہ کی دوٹوک وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "فمن أعدى الأول" یعنی اگر خارش از خود متعدی ہے تو پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی؟ مقصود یہ ہے کہ جس طرح پہلا اونٹ اللہ کی مشیت سے خارش میں مبتلا ہوا بعینہ اسی طرح دوسرے اونٹ بھی۔ (لطائف المعارف ص ۶۸)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدہ کا ابطال مقصود ہے۔ (مفتاح دار السعادۃ: ۲/۲۳۴)

۲- "لا طیرة" بدشگونی نہیں، کہا جاتا ہے کہ "طیرۃ" ایک قسم کا جادو ہے جس کے ذریعہ عورت اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہونا چاہتی ہے۔ اور "تطیر" کے معنیٰ بدشگونی کے ہیں۔ یعنی کسی قول یا فعل یا کسی چیز کو دیکھ کر اپنے حق میں برا تصور کرنا۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۴/۲۱۸)

۳- "لا صفر" صفر کچھ بھی نہیں، اس کے کئی معانی بتائے گئے ہیں:

۱- اس سے مراد ایک قسم کا سانپ ہے، اور اس حدیث سے اس عقیدہ کی نفی مقصود ہے کہ وہ جسے کاٹ لے وہ مر ہی جاتا ہے، چنانچہ اس کی نفی کی گئی کہ موت اللہ کی مشیت کے مطابق اپنے متعینہ وقت پر ہی آئے گی۔ (جابر رضی اللہ عنہ راوی حدیث "لاصفر")

۲- یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے، بتایا جاتا ہے کہ پیٹ میں سانپ نما بڑے بڑے کیڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ عربوں کے یہاں خارش سے بھی زیادہ متعدی مانا جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسے باطل قرار دیا۔ (یہ امام بخاری، احمد، طبری وغیرہ کی رائے ہے) (لطائف المعارف،ص ۷۴، فتح الباری: ۱۰/۱۷۱)

۳۔ اس سے مراد ماہ صفر ہے: اور اس کا دو مفہوم ہے:

ا۔ اس سے زمانۂ جاہلیت کے عقیدۂ ''نسی'' کا ابطال مقصود ہے، لوگ محرم وصفر میں تقدیم وتاخیر کیا کرتے تھے، یعنی محرم کو حلال اور صفر کو حرام کرتے تھے، یہ امام مالک کی رائے ہے۔ (لطائف المعارف،ص ۷۴، فتح الباری: ۱۰/۱۷۱)

۲۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس ماہ ''صفر'' کو منحوس سمجھتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے تھے، اور کہتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ (علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے اسے راجح قرار دیا ہے) (لطائف المعارف ص ۷۴)

علماء کے اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بھی مفہوم مراد لیا جائے بہر حال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفر سے متعلق تمام بے بنیاد عقائد کو باطل قرار دیا ہے۔

ماہ صفر کی بدعات:

جو لوگ اس ماہ میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں من مانے نظریات بھی رکھتے ہیں چنانچہ بعض جاہل اور سادہ لوح حضرات بعض عارفین (صوفیاء) سے نقل کرتے ہیں کہ ہر سال تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اور یہ ساری بلائیں ماہ صفر کے آخری بدھ کو اترتی ہیں اور اس وجہ سے یہ دن پورے سال کا دشوار گزار اور مشکل ترین دن ہوتا ہے، چنانچہ جو شخص اس دن چار رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، سورۂ کوثر سترہ مرتبہ، سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ اور معوذتین ایک مرتبہ پڑھے اور پھر سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل دعا پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل وکرم سے اس دن اترنے والی تمام تر بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور سال بھر کوئی مصیبت اس کے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔ اور وہ دعا یہ ہے:

"اللهم يا شديد القوة، ويا شديد المحال، يا عزيز، يا من ذلت لعزتك جميع خلقك، اكفني من شر خلقك، يا محسن، يا مجمل، يا متفضل، يا منعم يا متكرم، يا من لا إله إنت، ارحمني برحمتك يا أرحم الراحمين، اللهم بسر الحسن و أخيه، وجده وأبيه وأمه وبنيه، اكفني شر هذا اليوم وماينزل فيه، يا كافي المهمات ويا دافع البليات، فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين".

ترجمہ: بسم اللہ... اے اللہ، اے سخت طاقتور، اے پختہ تدبیر کرنے والے، اے غالب، اے اللہ جس کی عزت کے تابع تیری ساری مخلوق ہے، اے احسان کرنے والے، اے فضل و احسان اور نوازش وکرم کرنے والے، اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اے ارحم الراحمین مجھ پر اپنی رحمت برسا، اے اللہ! حسن، ان کے بھائی رضی اللہ عنہما، ان کے نانا (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ان کے والد (علی رضی اللہ عنہ)، ان کی والدہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) اور ان کے بیٹوں کے سر (وسیلہ) سے مجھے اس دن کے شر اور اس میں نازل ہونے والی بلاؤں سے محفوظ رکھ، اے محاذوں میں کافی ہونے والے، اے مصیبتوں کے ٹالنے والے''، ''عنقریب اللہ آپ کے لئے ان کے مقابلہ میں کافی ہوگا، وہ سننے اور جاننے والا ہے''۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔ (دیکھئے: رسالہ روی الظمآن فی فضائل الأشہر والأیام،ص ۴)

ملاحظات:

ا۔ مذکورہ خاص تفصیلات کے مطابق مصائب وبلیات کے نازل ہونے کا عقیدہ بے اصل ہے۔

۲۔ مذکورہ نماز بے اصل اور باطل ہے، بالخصوص مذکورہ تفصیلات کے ساتھ کوئی نماز شریعت میں ثابت نہیں۔ یہ محض

شریعت اسلامیہ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

۳۔ نماز کے بعد جو دعا وضع کی گئی ہے اس میں اسماء وصفات الٰہی کے ساتھ شرک باللہ کا عقیدہ بھی موجود ہے، چنانچہ اس میں آل بیت رسول ﷺ کا وسیلہ لیا گیا ہے **(اللهم بسر الحسن...)** جوکہ کھلا شرک ہے۔

۴۔ اس دعا میں جن لوگوں کا وسیلہ لیا گیا ہے وہ آل بیت رسول کے افراد ہیں، جنہیں شیعوں کے عقیدہ میں ''پنج تن پاک'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر ان سے اس دعا میں وسیلہ لیا گیا ہے۔

مصائب وبلیات میں شیعہ حضرات علی الاعلان اور فخریہ طور پر یہ شعر بھی پڑھتے ہیں اور دفع بلیات کا عقیدہ رکھتے ہیں:

لي خمسة أطفي بها حر الوباء الحاطمة
المصطفى والمرتضى وابناهما والفاطمة

میرے پاس پانچ ہستیاں ایسی ہیں جن کے ذریعہ میں تباہ کن وبا کی حرارت کو سرد کرتا ہوں: مصطفی ﷺ، علی مرتضی رضی اللہ عنہ، ان کے دونوں بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

یہ بھی پنج تن پاک کا عقیدہ ہے ان سے مشکل کشائی میں وسیلہ لیا گیا ہے، جوکہ شرک ہے۔

مہینہ کا آخری بدھ منحوس نہیں:

مہینہ کے آخری بدھ کی نحوست سے متعلق ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے: **"آخِرُ أَرْبِعَاء مِنَ الشَّهْرِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ".** ''مہینہ کا آخری بدھ دائمی نحوست کا دن ہے''۔

یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے اسے اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الموضوعات لابن الجوزی (2/ 73)، واللآلیء المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ (1/ 441)، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (2/ 54)، نمبر: ۲۳، ۲۴ وسلسلہ ضعیفہ از علامہ البانی رحمہ اللہ، حدیث: ۱۵۸۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ تمام باتیں اور ماہ صفر سے متعلق نحوست اور بلاؤں کے نزول کا عقیدہ حرام ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، یہ ساری باتیں بلا شبہہ بعض شیعوں اور صوفیوں کی وضع کردہ ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ صفر کے آخری بدھ کو جب مغرب وعشاء کے درمیان اپنی مسجدوں میں مجلسیں منعقد کرتے ہیں تو ان کے حلقہ میں ایک شخص ہوتا ہے جو کاغذات پر انہیں انبیاء کرام علیہم السلام پر سلام کی سات آیتیں لکھ کر دیتا ہے۔ ﴿سَلَٰمٌ عَلَىٰ نُوحٖ فِي ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الصافات:۷۹]

''دونوں جہان میں نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو''۔

جسے یہ لوگ پانی میں دھو کر پیتے ہیں، اور ان کے عقیدہ کے مطابق اس کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ اسے اس اہم وقت میں تحریر کیا گیا ہے۔ اور پھر اسے تمام گھروں میں بطور تحفہ تقسیم کرتے ہیں۔ (دیکھئے: البدع الحولیہ، ص ۱۲۷)

یہ تمام امور بھی بدعات کے قبیل سے ہیں شریعت میں ان کی کوئی دلیل نہیں، بلا شبہہ انبیاء کرام علیہم السلام پر سلامتی ہو لیکن دفع بلایا کے لئے انہیں پڑھنا، اسے مذکورہ مخصوص طریقہ سے لکھنا اور دھو کر اس کا پانی وغیرہ پینا بدعت وخرافات ہے۔

اسی طرح بعض ملکوں یا بعض شہروں میں کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہوئے ماہ صفر کے آخری بدھ کو مریض کی عیادت سے بھی احتراز کرتے ہیں، جب کہ بدشگونی شرک ہے جو کہ حرام ہے۔ (اصلاح المساجد ص ۱۱۶)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **''الطيرة شرك، الطيرة شرك''.** ''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے''۔ (مسلم)

آج بھی ہمارے مسلمان بھائی ماہ ''صفر'' کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں طرح طرح کے باطل عقائد رکھتے ہیں، چنانچہ نہ اس ماہ میں سفر کرتے ہیں، نہ ہی کسی خوشی وفرحت کی مناسبت کا انعقاد کرتے ہیں، جیسے شادی بیاہ وغیرہ، اور جب مہینہ کا آخری بدھ آتا

ہے تو خوب عظیم الشان مجلس منعقد کرتے ہیں، اور شہر و دیہات میں انواع و اقسام کے مختلف کھانے اور حلویات وغیرہ پکواتے ہیں اور امراض سے شفایابی کے لئے ہری گھاس پر چلتے ہیں۔ (تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین، احمد بن حجر آل بوطامی ص ۲۸۱)

یہ تمام چیزیں بدعات وخرافات ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان کی کوئی دلیل نہیں۔

صفر الخیر کی حقیقت:

اہل بدعت کے ماہ صفر کو نحوست اور شر وفساد کا مہینہ سمجھنے کے بالمقابل بعض لوگ اسے صفر الخیر (بھلائی کا صفر) کہتے ہیں، ایسا کہنا بھی شرعاً غلط ہے اور بدعت کے مقابل دوسری بدعت نکالنے کے قبیل سے ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فهو كغيره من الأزمنة يقدر فيه الخير والشر، وبعض الناس إذا انتهى من عمل معين في اليوم الخامس والعشرين مثلًا من شهر صفر أرخ ذلك وقال: انتهى في الخامس والعشرين من شهر صفر الخير. فهذا من باب مداواة البدعة بالبدعة، والجهل بالجهل. فهو ليس شهر خير، ولا شر.

ولهذا أنكر بعض السلف على من إذا سمع البومة تنعق قال: "خيرًا إن شاء الله" فلا يقال خير ولا شر بل هي تنعق كبقية الطيور.“ (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین: 2/114، و9/566)

ماہ صفر دیگر مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے اس میں خیر وشر اللہ کی جانب سے مقدر کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا معاملہ ہے کہ اگر صفر کی تاریخ میں کسی معین کام سے فارغ ہوتے ہیں مثلاً اگر ۲۵ صفر کو فارغ ہوتے ہیں تو اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ماہ صفر الخیر کی ۲۵ تاریخ کو کام ختم ہوا! یہ دراصل بدعت کا علاج بدعت کے ذریعہ اور جہالت کا جہالت کے ذریعہ کرنے کے قبیل سے ہے، کیونکہ ماہ صفر نہ ماہ خیر ہے نہ ماہ شر! اسی لئے بعض سلف نے اس شخص پر نکیر فرمائی ہے جو اُلّو کی آواز سنتا ہے تو کہتا ہے: ”**خيراً إن شاء الله**“ (ان شاء اللہ خیر ہوگا)! لہٰذا خیر یا شر کچھ نہیں کہا جائے گا، بلکہ جیسے دیگر پرندے آواز نکالتے ہیں ایسے ہی اُلّو بھی آواز نکالتا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں شیخ حمود بن عبداللہ التویجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”**وقد قابلهم بعض الجهال من المنتسبين إلى السُنَّة، فوصفوه بالخيرية، فكانوا يقولون: صفر الخير، وقصدهم بذلك مراغمة الروافض، ومعارضتهم فيما زعموه من شؤمه، وهذا من مقابلة الضلالة بضلالة أخرى، فإن شهر صفر وغيره من الشهور لا خير ولا شر عندها، وإنما هي أوقات وأيام مخلوقة، يتصرف فيها خالقها بما يشاء**“. (دیکھئے: غربۃ الاسلام: 2/563)

”سنت سے نسبت رکھنے والے جاہلوں نے اس کے بالمقابل ماہ صفر کو ”خیر“ کی صفت سے متصف کیا ہے، چنانچہ اسے صفر الخیر کہتے ہیں، اس سے ان کا مقصد رافضیوں کو ذلیل کرنا اور ان کے نحوست کے باطل عقیدہ کے بارے میں ان کا معارضہ کرنا ہے۔ یہ دراصل گمراہی کا مقابلہ دوسری گمراہی کے ذریعہ کرنے کے قبیل سے ہے کیونکہ ماہ اور دیگر مہینوں میں نہ کوئی شر ہے نہ کوئی خیر، بلکہ درحقیقت یہ اللہ کے پیدا کردہ اوقات وایام ہیں جن میں ان کا خالق اللہ تعالیٰ جیسا تصرف کرنا چاہتا ہے کرتا ہے“۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کے اصولوں کی روشنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کی چھاؤں میں جینے کی توفیق بخشے۔ آمین

صیانت حدیث

حفاظت احادیث میں کتابت حدیث کی اہمیت

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی)

حفاظت حدیث کا دوسرا سب سے بڑا ذریعہ کتابت رہی ہے، حفاظت حدیث کا یہ ذریعہ بھی دور نبوی سے چلا رہا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک کوئی بھی دور کتابت حدیث سے خالی نہیں رہا ہے، عہد نبوی میں چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی قوتِ حافظہ پر ہی اعتماد و بھروسہ کرتے تھے، اس لئے عمومی طور پر انہوں نے قرآن کی طرح احادیث کو بھی یاد کر کے ہی محفوظ کرنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی صحابہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو آپ کی باتیں سننے کے بعد انہیں باضابطہ لکھ لیا کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنتا اسے یاد کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا، لوگوں نے مجھے روکا اور کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان ہیں، کبھی خوشی کی حالت میں باتیں کرتے ہیں تو کبھی غصہ کی حالت میں، اس پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **اكتب فوالذي نفسي بيده لا يخرج منه إلا حق.** (رواہ أبو داود والحاکم) ”لکھ لیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔“ (سنن أبی داؤد حدیث: 3646، مسند احمد: 164/4)

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع پر) ایک خطبہ دیا۔ ابوشاہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسے میرے لئے لکھا دیجئے، آپ نے کہا: "أكتبوا لأبي شاة" اسے ابوشاہ کیلئے لکھ دو۔ (بخاری حدیث: 114)

بذات خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف احکامات و پیغامات خطوط کی شکل میں روانہ کیے ان میں دو ایک کو چھوڑ کر بقیہ سارے خطوط سن سات ہجری سے لے کر نو ہجری کے ہیں۔

عمرو بن حزم انصاری (متوفی 50 ھ) کو جب آپ نے نجران کا والی بنایا تو ایک کتاب لکھ کر دی تھی جس میں طہارت، صلوۃ، زکوۃ، مال غنیمت، دیت، جنایات وغیرہ کی حدیثیں تھیں، نجران بھیجنے کا یہ واقعہ بھی سن 9 ہجری کا ہے۔ (الاستیعاب ترجمہ عمرو بن حزم: 532/2)

وفات رسول سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ ”مجھ کو قلم ورق وغیرہ دو تمہارے لیے کچھ لکھ دیتا ہوں اس کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوں گے“ پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ: ”جانے دو میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے بنسبت اس کے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو“ پھر آپ نے صحابہ کے اصرار کے باوجود اس کو اس وقت ترک کر دیا۔ (صحیح بخاری حدیث 4431)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد قرآن جھلیوں، ہڈیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھا گیا تھا، صحابہ نے اسے جمع کردیا، لیکن حدیث کو جمع کرنے کی طرف صحابہ کا دھیان نہیں گیا لیکن وہ زبانی طور پر ایک دوسرے تک اسے پہنچاتے رہے، اس کے باوجود کچھ صحابہ نے جو حدیثیں لکھی تھیں ان میں سے کچھ صحیفے مشہور ہو گئے تھے۔ جیسے ''صحیفہ صادقہ'' جو ایک ہزار احادیث پر مشتمل عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا صحیفہ تھا، اس کا زیادہ تر حصہ مسند احمد میں پایا جاتا ہے، ''صحیفہ سمرہ بن جندب''، ''صحیفہ سعد بن عبادہ''، ''صحیفہ جابر بن عبداللہ انصاری''۔ جب مختلف ممالک میں اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا اور صحابہ کرام مختلف ملکوں میں پھیل گئے، پھر ان میں سے زیادہ تر لوگ وفات پاگئے اور لوگوں کی یادداشت میں بھی کمی آنے لگی تو اب حدیث کو جمع کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا، لہٰذا سن 99 ہجری میں جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور مسلمانوں کے احوال پر نظر ڈالی جس سے اس وقت مسلمان گزر رہے تھے تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ احادیث کی تدوین کا بندوبست کیا جائے، چنانچہ آپ نے اپنے حکام اور نمائندوں کو اس کا حکم دیتے ہوئے لکھا اور تاکید کی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کو جمع کرنے کا کام شروع کردیا جائے، جیسا کہ آپ نے مدینہ کے قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ: ''تم دیکھو، اللہ کے رسول ﷺ کی جو حدیثیں تمہیں ملیں انہیں لکھ لو کیوں کہ مجھے علم کے ختم ہونے اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔'' (سنن دارمی: 104/1)

اسی طرح عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دوسرے شہروں میں بھی ائمہ اور محدثین کو خطاب کیا کہ رسول اکرم ﷺ کی حدیثیں جمع کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جب تیسری صدی آئی تو اس میں احادیث جمع کرنے کا ایک الگ طریقہ مشہور ہوا کہ محض اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں جمع کی گئیں، اور ان میں صحابہ کے قول اور فعل کو شامل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح مسانید بھی لکھی گئیں۔ امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے فقہی ترتیب کے مطابق محض صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کیا جسے دنیا آج صحیح بخاری کے نام سے جانتی ہے جو حدیث کی صحیح اور مستند کتابوں میں پہلے نمبر پر آتی ہے، پھر ان کے بعد ان کے ہی شاگرد امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے صحیح حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جو آج صحیح مسلم کے نام سے مقبول اور معروف و مشہور ہے۔ اور صحیح بخاری کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے پر ان کے دور میں اور ان کے بعد بھی محدثین نے کتابیں لکھیں، آج حدیث کی بڑی کتابیں (سنن اربعہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) سب اسی دور میں تحریر کی گئیں ہیں، اور جو حدیثیں محفوظ ملتی ہیں انہیں جمع کرنے والے محدثین نے راویوں کے حوالے سے روایتیں بیان کی ہیں۔ اور کتابت حدیث کا یہ سلسلہ بھی آج تک چلا آرہا ہے اور چلتا رہے گا۔ ان شاءاللہ۔ ماضی قریب میں عرب و عجم کی ایک عظیم شخصیت جسے اہل علم کی دنیا محدث العصر محمد ضیاء الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے، انہوں نے صحیح احادیث کا بیس جلدوں پر مشتمل ایک جامع مجموعہ ''الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن دارالسلام ریاض سے جنوری 2016ء میں رسم الخط بدل کر اور حروف کو چھوٹا کر کے بارہ (12) جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

فضائل واحکام

وہ اعمال جن کا ثواب حج کے برابر ہے

• تحریر: عصام محمد فہیم جمعۃ/حفظہ اللہ
• ترجمہ: رضوان اللہ عبدالرؤف سراجیؔ (استاد: مرکز امام بخاری: تلولی)

محترم قارئین! جہاد فی سبیل اللہ کے بعد سب سے بہتر عمل حج ہے اور ہر انسان حج ادا کرنا چاہتا ہے لیکن حالات کے پیش نظر ہر انسان حج کرنے سے قاصر ہوتا ہے، کبھی کبھی استطاعت ہونے کے باوجود انسان کسی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے یا مالی اعتبار سے کمزور ہوتا ہے، اس لئے چاہتے ہوئے بھی وہ حج ادا نہیں کر پاتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ ایسے اعمال مقرر کئے ہیں جن کی ادائیگی پر حج وعمرہ کا ثواب ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ ان اعمال پر کچھ لکھوں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اعمال کی انجام دہی پر حج کا ثواب تو ہے لیکن یہ اس کے لئے ہے جو کسی معقول رکاوٹ کی وجہ سے حج ادا نہیں کرسکتا، اگر کوئی حج کی ادائیگی پر قادر ہے اور کوئی معقول رکاوٹ نہیں ہے (جیسے کسی مرض کا شکار ہو جائے یا ایسی حالت ہو جائے کہ حج کی ادائیگی نہ کرسکے) تو اس پر حج کرنا فرض ہے، اس سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ مستطیع ہے اور مستطیع کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [آل عمران: ۹۷]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کفر کرے تو اللہ تعالی تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

ہاں اگر کوئی معقول رکاوٹ ہے (جیسے کسی مرض کا شکار ہو جائے یا ایسی حالت ہو جائے کہ حج کی ادائیگی نہ کر سکے) یا مالی اعتبار سے کمزور ہے تو اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور یہ اعمال ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے، مندرجہ ذیل سطور میں ان اعمال کی تفصیل ملاحظہ کریں:

1۔ ادائیگی حج کی نیت سچی ہو: ہر انسان سچے دل سے اس بات کا ارادہ رکھے کہ وہ حج کرے گا، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "**كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ، فَقَالَ: إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا، إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ**". (صحیح مسلم: ۱۹۱۱)

ترجمہ: ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے فرمایا: مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جس راستے پر چلتے یا کسی وادی کو طے کرتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں، انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "**وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ فَضِيلَةُ النِّيَّةِ فِي الْخَيْرِ وَأَنَّ مَنْ نَوَى الْغَزْوَ وَغَيْرَهُ مِنَ الطَّاعَاتِ فَعَرَضَ لَهُ عُذْرٌ مَنَعَهُ حَصَلَ لَهُ ثَوَابُ نِيَّتِهِ**". (شرح النووی علی مسلم: ۱۳/۵۷)

ترجمہ: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ خیر کے کاموں میں

نیت کی بڑی فضیلت ہے، جس نے غزوہ یا کسی نیکی کی نیت کرلیا اور اس نیکی کی راہ میں کوئی چیز حائل ہوگئی، کوئی عذر پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ نیکی نہ کرسکا تو بھی اس کی نیت کا ثواب اسے ملے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”**مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ**“. (صحیح مسلم: ۱۹۰۹)

ترجمہ: جو شخص سچے دل سے اللہ کی شہادت مانگے، اللہ اسے شہداء کے مراتب تک پہنچا دیتا ہے، چاہے وہ اپنے بستر ہی پر کیوں نہ فوت ہو۔

2۔ مسجد میں فرض نماز کی ادائیگی: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”**مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ**“. (سنن ابی داود: ۵۵۸)

ترجمہ: جو اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لیے نکلے، تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کے ثواب کی طرح ہے، اور جو چاشت کی نماز کے لیے نکلے اور اسی کی خاطر تکلیف برداشت کرے تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہے، اور ایک نماز سے لے کر دوسری نماز کے بیچ میں کوئی لغو کام نہ ہو تو وہ علیین میں لکھی جاتی ہے۔

چونکہ اس روایت میں احرام پہنے ہوئے حاجی کے اجر کو اس آدمی کے اجر سے تشبیہ دی گئی ہے جو باوضو ہو کر فرض نماز کے لئے اپنے گھر سے نکلے، اب یہ تشبیہ کس اعتبار سے دی گئی ہے؟ اس سلسلے میں شارحین کے کئی اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ اسے جو ثواب دیا جاتا ہے اللہ اسے دوگنا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ احرام پہنے ہوئے حاجی کے ثواب کے برابر ہوجاتا ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان مشابہت کا اصل سبب خروج سے رجوع ہے یعنی جس طرح حاجی اپنے گھر سے نکلتا ہے تو جب تک وہ اپنے گھر واپس نہ آجائے اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اسی طرح نمازی جب باوضوء ہو کر نماز کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو جب تک وہ واپس نہ آجائے تب تک اسے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔

۳۔ جس طرح ایک حاجی اللہ کی عبادت کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ دیتا ہے اسی طرح ایک نمازی بھی عبادت الٰہی کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ دیتا ہے۔

3۔ باجماعت فجر کی نماز ادا کرنا پھر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرنا پھر دو رکعت نماز ادا کرنا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”**مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ**“. (جامع الترمذی: ۵۸۶)

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا، پھر اس نے دو رکعت (نماز) ادا کیا، تو اسے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پورا، پورا، پورا، یعنی حج وعمرے کا پورا ثواب۔

یعنی اگر کسی نے یہ کارِ خیر انجام دیا تو اسے حج وعمرہ کا پورا ثواب ملے گا، اس روایت میں ایک کلمہ آیا ہے: "تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ" اس کا مطلب ہے مکمل حج وعمرہ کا ثواب، اور بطور تاکید یہ بات تین بار کہی گئی ہے۔

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں، انہیں میں سے ایک روایت طبرانی کی ہے جس میں ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، انْقَلَبَ بِأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ**". (المعجم الكبير للطبرانی: ۷۷۴۱)

ترجمہ: جس نے صبح کی نماز (فجر) باجماعت ادا کی، پھر سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز ادا کیا، تو وہ حج اور عمرہ کے مکمل ثواب کے ساتھ لوٹا۔

عمل بہت معمولی ہے لیکن اجر بہت بڑا ہے اور یہ بندوں پر اللہ تعالی کا بہت بڑا فضل ہے، ایسا عمل جس میں نہ تو محنت ومشقت ہے اور نہ تھکن خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، بیمار ہو یا صحت مند، ہر کس وناکس حج کی مشقت اٹھائے بغیر یہ اجر وثواب حاصل کرسکتا ہے، حج میں مال خرچ ہوتا ہے، بدن تھکن سے چور ہو جاتا ہے اور جسم کو کافی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔

4- ماہ رمضان میں عمرہ کرنا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ سِنَانٍ مَا مَنَعَكِ أَنْ تَكُونِي حَجَجْتِ مَعَنَا؟ قَالَتْ: نَاضِحَانِ كَانَا لِأَبِي فُلَانٍ - زَوْجِهَا - حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلَى أَحَدِهِمَا، وَكَانَ الْآخَرُ يَسْقِي عَلَيْهِ غُلَامُنَا، قَالَ: فَعُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي**". (صحیح مسلم: ۱۲۵۶)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے انصاری عورت (جنہیں ام سنان کہا جاتا تھا) سے پوچھا: تجھے ہمارے ساتھ حج کرنے سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: ابوفلاں (یعنی اس کے شوہر) کے پاس پانی ڈھونے والے دو اونٹ ہیں، ایک پر وہ اور ان کا بیٹا دونوں حج کرنے گئے اور دوسرے پر ہمارا غلام (کھیت کو) سیراب کرتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر (ثواب رکھتا) ہے، یا فرمایا: میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے: "**عمرة في رمضان كحجة معي**". (صحیح الجامع: ۴۰۹۸)

ترجمہ: رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔

"**كحجة معي**" کا معنی ہے اس عمرہ کا ثواب، اس کی روحانیت اور اس کے احساسات میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہیں یعنی جو مزہ، جو برکت، جو احساس اور دلوں کو زندہ کرنے میں جو حیثیت میرے ساتھ حج کرنے کی ہے وہی سب کچھ ماہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ہے۔

5- فرض نمازوں کے بعد ذکر واذکار کرنا: ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ فقیر صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: "**يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، قَالَ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالُوا: صَلَّوْا كَمَا صَلَّيْنَا، وَجَاهَدُوا كَمَا جَاهَدْنَا،**

وَأَنْفَقُوا مِنْ فُضُولِ أَمْوَالِهِمْ وَلَيْسَتْ لَنَا أَمْوَالٌ، قَالَ: أَفَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَمْرٍ تُدْرِكُونَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَأْتِي أَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ بِهِ، إِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهِ، تُسَبِّحُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَتَحْمَدُونَ عَشْرًا، وَتُكَبِّرُونَ عَشْرًا"۔ (صحیح بخاری:۶۳۲۹)

ترجمہ: یارسول اللہ! مالدار لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت کی نعمتوں کو حاصل کر لے گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیسے؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم جہاد کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اپنا زائد مال بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتلاؤں جس سے تم اپنے آگے کے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اور اپنے پیچھے آنے والوں سے آگے نکل جاؤ اور کوئی شخص اتنا ثواب نہ حاصل کر سکے جتنا تم نے کیا ہو، سوائے اس صورت کے جب کہ وہ بھی وہی عمل کرے جو تم کرو گے (اور وہ عمل یہ ہے) کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد اللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ: "قَالَ أَبُو صَالِحٍ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ"۔ (صحیح مسلم:۵۹۵)

ترجمہ: ابو صالح کہتے ہیں کہ فقرائے مہاجرین دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جو ہم کرتے ہیں وہ ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا ہے اور اسی طرح عمل کرنا شروع کر دیا ہے (وہ بھی تسبیح، تحمید اور تکبیر کہنے لگے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔

6۔ نماز جمعہ کے لئے صبح سویرے جانا: سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ لَكُمْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ حَجَّةً وَعُمْرَةً، فَالْحَجَّةُ الْهَجِيرُ لِلْجُمُعَةِ، وَالْعُمْرَةُ انْتِظَارُ الْعَصْرِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ"۔ (السنن الکبری للبیہقی:۵۹۵۰)

ترجمہ: بیشک تمہارے لیے ہر جمعہ میں ایک حج اور ایک عمرہ ہے، تو حج (کا ثواب) جمعہ کے لیے جلدی جانے (دھوپ تیز ہونے) میں ہے اور عمرہ (کا ثواب) جمعہ کے بعد عصر کا انتظار کرنے میں ہے۔

7۔ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنا: علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "خَرَجَ الْحَسَنُ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، اذْهَبْ مَعِي فِي حَاجَةٍ إِلَى فُلَانٍ، فَتَرَكَ الطَّوَافَ وَذَهَبَ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ حَاسِدٌ لِلرَّجُلِ الَّذِي ذَهَبَ مَعَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، تَرَكْتَ الطَّوَافَ وَذَهَبْتَ مَعَهُ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ: وَكَيْفَ لَا أَذْهَبُ مَعَهُ؟ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ذَهَبَ فِي حَاجَةٍ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهُ كُتِبَتْ له حَجَّةً وَعُمْرَةً، وَإِنْ لَمْ يُقْضَ

كُتِبَتْ لَهُ عُمْرَةٌ فَقَدِ اكْتَسَبْتُ حِجَّةً وَعُمْرَةً وَرَجَعْتُ إِلَى طَوَافِي". (شعب الایمان:۷۲۴۶)

ترجمہ: حسن (بصری) کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: اے ابو محمد! میرے ساتھ فلاں شخص (کے پاس) ایک کام کے لیے چلیں، چنانچہ آپ نے طواف چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ چلے گئے، جب آپ (کام کے لیے) چلے گئے تو (اس) شخص کے پاس ایک حاسد آدمی آیا اور کہا: اے ابو محمد! آپ نے طواف چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ چلے گئے؟ تو حسن (بصری) نے اسے جواب دیا: میں اس کے ساتھ کیوں نہ جاؤں جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جائے، اگر اس کی حاجت پوری ہو جائے تو اس کے لیے (ایک) حج اور عمرہ لکھا جاتا ہے اور اگر پوری نہ ہو تو (کم از کم) ایک عمرہ لکھا جاتا ہے، (اور فرمایا) تو میں نے (اس عمل سے) ایک حج اور عمرہ حاصل کر لیا اور (اب) اپنے طواف کی طرف واپس جا رہا ہوں۔

8- والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَشْتَهِي الْجِهَادَ وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، قَالَ: هَلْ بَقِيَ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: أُمِّي، قَالَ: فَأَبْلِ اللَّهَ فِي بِرِّهَا، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ، فَإِذَا رَضِيَتْ عَنْكَ أُمُّكَ فَاتَّقِ اللَّهَ وَبِرَّهَا". (مسند أبي يعلى الموصلي:۲۷۶۰، المعجم الصغير للطبراني:۲۱۸)

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن اس پر قادر نہیں ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا: میری ماں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو (یعنی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو) اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم حج کرنے والے بھی ہو، عمرہ کرنے والے بھی اور جہاد کرنے والے بھی ہو، پس جب تمہاری ماں تم سے راضی ہو جائے تو اللہ سے ڈرو اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

9- علمی مجلسوں میں حاضر ہونا: ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **"مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يَعْلَمَهُ، كَانَ لَهُ كَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حِجَّتُهُ".** (المعجم الکبیر للطبرانی:۷۴۷۳)

ترجمہ: جو شخص صبح کے وقت مسجد میں جائے (اور اس کا) مقصد صرف یہ ہو کہ وہ کوئی بھلائی (یعنی علم) سیکھے یا سکھائے، تو اسے مکمل حج کرنے والے کا ثواب ملے گا۔

10- بیوی کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا: اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"أَنَّهَا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، إِنِّي وَافِدَةُ النِّسَاءِ إِلَيْكَ، وَاعْلَمْ - نَفْسِي لَكَ الْفِدَاءُ - أَمَا إِنَّهُ مَا مِنِ امْرَأَةٍ كَائِنَةٍ فِي شَرْقٍ وَلَا غَرْبٍ سَمِعَتْ بِمَخْرَجِي هَذَا أَوْ لَمْ تَسْمَعْ إِلَّا وَهِيَ عَلَى مِثْلِ رَأْيِي، إِنَّ اللهَ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَآمَنَّا بِكَ وَبِإِلَاهِكَ الَّذِي أَرْسَلَكَ، وَإِنَّا مَعْشَرَ النِّسَاءِ مَحْصُورَاتٌ مَقْصُورَاتٌ، قَوَاعِدُ بُيُوتِكُمْ، وَمَقْضَى شَهَوَاتِكُمْ، وَحَامِلَاتُ أَوْلَادِكُمْ، وَإِنَّكُمْ مَعَاشِرَ الرِّجَالِ فُضِّلْتُمْ

عَلَيْنَا بِالْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَاتِ، وَعِيَادَةِ الْمَرْضَى، وَشُهُودِ الْجَنَائِزِ، وَالْحَجِّ بَعْدَ الْحَجِّ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ إِذَا أُخْرِجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا وَمُرَابِطًا حَفِظْنَا لَكُمْ أَمْوَالَكُمْ، وَغَزَلْنَا لَكُمْ أَثْوَابًا، وَرَبَّيْنَا لَكُمْ أَوْلَادَكُمْ، فَمَا نُشَارِكُكُمْ فِي الْأَجْرِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَصْحَابِهِ بِوَجْهِهِ كُلِّهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ سَمِعْتُمْ مَقَالَةَ امْرَأَةٍ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْ مَسْأَلَتِهَا فِي أَمْرِ دِينِهَا مِنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا ظَنَنَّا أَنَّ امْرَأَةً تَهْتَدِي إِلَى مِثْلِ هَذَا، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ لَهَا: انْصَرِفِي أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ، وَأَعْلِمِي مَنْ خَلْفَكِ مِنَ النِّسَاءِ أَنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ إِحْدَاكُنَّ لِزَوْجِهَا، وَطَلَبَهَا مَرْضَاتِهِ، وَاتِّبَاعَهَا مُوَافَقَتَهُ تَعْدِلُ ذَلِكَ كُلَّهُ، قَالَ: فَأَدْبَرَتِ الْمَرْأَةُ وَهِيَ تُهَلِّلُ وَتُكَبِّرُ اسْتِبْشَارًا". (شعب الایمان:۸۳۶۹)

ترجمہ: وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ اس وقت اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں خواتین کی طرف سے آپ کی خدمت میں آئی ہوں (ان کی نمائندہ ہوں) میں آپ پر قربان ہوں! آپ جان لیں کہ مشرق ومغرب میں کوئی بھی عورت ہو خواہ اس نے میرے یہاں (آپ کے پاس) آنے کی خبر سنی ہو یا نہ سنی ہو، وہ بالکل میری ہی رائے رکھتی ہے (یعنی جو باتیں میں کر رہی ہوں، سب عورتوں کے دل کی آواز ہے)، بے شک اللہ نے آپ کو مردوں اور عورتوں (دونوں) کی طرف حق کے ساتھ بھیجا ہے، تو ہم آپ پر اور آپ کے اس رب پر ایمان لائے ہیں جس نے آپ کو بھیجا ہے اور ہم عورتوں کی جماعت (گھروں میں) محصور (بند) اور مقصور (پردہ نشین) ہیں، (ہم) آپ کے گھروں کی بنیادیں (سنبھالنے والی) اور آپ کی خواہشات کو پورا کرنے والی اور آپ کی اولاد کو اٹھانے والی (حمل کرنے والی) ہیں، اور آپ مردوں کی جماعت کو ہم پر جمعہ، جماعتوں، مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، حج کے بعد حج اور ان سب سے افضل اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے، جب کہ تم میں کا کوئی مرد جب حج یا عمرہ یا سرحد کی حفاظت کے لئے نکلتا ہے تو ہم تمہارے مال کی حفاظت کرتے ہیں، تمہارے لئے کپڑا بنتے ہیں، تمہارے بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں تو اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم تمہارے اجر میں شریک نہیں ہیں؟ سنتے ہی آپ ﷺ نے پوری طرح سے صحابہ کی طرف اپنا رخ کر لیا پھر گویا ہوئے کہ کیا تم نے کبھی کسی عورت کی بات (سوال) اس (عورت) سے زیادہ بہتر نہیں سنی جو اپنے دین کے معاملے میں ہو؟ تو انہوں (صحابہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارا گمان نہ تھا کہ کوئی عورت اس طرح کی بات (سمجھ رہنمائی) پا سکتی ہے، پس نبی کریم ﷺ نے اس (خاتون) کی طرف متوجہ ہو کر (فرمایا): اے عورت! تو لوٹ جا اور ان عورتوں کو بتا جو تیرے پیچھے ہیں کہ تم میں کسی کا اپنے شوہروں کی اطاعت کرنا، ان کی خوشنودی چاہنا اور اس کی اتباع کرنا ان تمام کے برابر ہے، (آپ ﷺ) فرماتے ہیں کہ وہ عورت تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے خوشی بخوشی واپس ہو گئی۔

اصلاح وتربیت

قرآنی حلقات کی اہمیت اور معلمین کا کردار

● ڈاکٹر سفیان قاضی مدنی (رئیس مرکز کوکن، استاد عقیدہ جامعہ محمدیہ کوکن)

الحمد لله الذي أعلى بالقرآن قدراً، وأعظم به أجراً، ووضع به وزراً، ورفع به ذكراً، والصلاة والسلام على أشرف من علمه، وأذكى من فهم وأفهمه، وعلى آله وصحبه الذين ترجموا القرآن واقعاً، واتخذوه إلى جميع المكرمات دافعاً، فسعدوا به في الدنيا ونهجاً في الآخرة شافعاً، أما بعد:

بے شک قرآن کریم رب ذوالجلال کا انسانیت کے نام عظیم پیغام ہے۔ یہ کتاب نور وہدایت ہے لوگوں کو گمراہی سے نکال کر رب کے پیغام کو انسانیت تک عام کرنے کا ذریعہ ہے۔قرآن کریم کی اہمیت اور قدر کے باوجود موجودہ زمانے میں گناہوں کی کثرت اور فلم انڈسٹری کی بے راہ روی نے لوگوں کو قرآن کے پیغام سے دور کردیا ہے لہٰذا موجودہ زمانے میں مکاتب ومدارس کی تعلیم کے ساتھ حلقات تحفیظ کی پختگی انتہائی اہم اور ناگزیر عمل ہے۔

موجودہ دور میں لوگوں کو قرآن کریم کے ساتھ جوڑنے کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔ یہ وہ روشنی ہے جو کبھی مدھم نہیں ہوتی، وہ راستہ ہے جس پر چلنے والا کبھی نہیں پھسلتا، یہ وہ کتاب ہدایت ہے جس کی طرف رجوع کرنے والا خائب وخاسر نہیں لوٹتا۔ یہ دلوں کا اطمینان اور قلبی سکون کا ذریعہ ہے۔ یہ ہر مسئلے کا حل ہے، ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ ہے، یہ نفس کو سکون اور نفس کو اطمینان بخشتا ہے۔

قرآن کے نزول سے پہلے انسانیت اندھیری اور پریشان کن راہوں پر چل رہی تھی، یہاں تک کہ قرآن آیا اور اس نے راستے کو روشن کردیا اور ہم سب کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کردی۔

چند ہی سالوں میں صحابہ کرام نے ہدایت اور توحید کا چراغ لے کر دنیا کو انسانیت کا عظیم پیغام دیا، اسی وقت سے روشنی کی کرنیں افق پر نمودار ہوئیں، جنہوں نے یہ باور کرایا کہ امت کی نجات، کامیابی، اور عزت کا راستہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرنے اور اس کا مطالعہ کرنے میں ہے۔صحابہ کرام قرآن کے قصوں کو اور اسباب نزول کو اپنی تربیت واصلاح کے لیے ایسے ہی یاد کرتے جیسے قرآن کی سورت یاد کی جاتی ہے۔اسی موضوع کے پیش نظر ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم قرانی حلقات اور مکاتب مدارس کو انتہائی زیادہ پختہ کریں اور امت کو قران کے عظیم پیغام کے ساتھ جوڑ دیں۔

موجودہ دور میں مادہ پرستی اور شبہات وشہوات کا بازار اتنا

گرم ہے کہ علمی حلقات کی اہمیت وہ افادیت میں تیزی کے ساتھ گراوٹ آرہی ہے ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حلقات تحفیظ کو ہمارے بچے اور بچیوں کی تربیت کا نقطۂ آغاز بنائیں۔

تاہم، ان قرآنی حلقوں کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ حافظ پیدا کرنا نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ یہ بھی ایک عظیم مقصد ہے۔ بلکہ یہ حلقے ایسے افراد تیار کریں جو قرآن کو اپنی زندگی میں نافذ کریں، چاہے وہ مکمل قرآن حفظ نہ بھی کریں۔

قرآن کے معلم کا کام صرف قرآن یاد کروانا نہیں، بلکہ وہ ایک دینی مقام پر ہے۔ اس کا کام عبادت ہے، تربیت بھی عبادت ہے۔ معلم پر لازم ہے کہ وہ طالب علم کو اخلاق فاضلہ اور اسلامی آداب کی تربیت دے تاکہ وہ صرف زبانی تلاوت نہ کرے بلکہ قرآن کو سمجھ کر عمل کرے۔

قرآن کریم ایک امت کی تربیت، ایک معاشرے کی تشکیل، اور ایک نظام قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔ تربیت وقت مانگتی ہے، اس مضمون میں ہم قرآنی حلقوں کے تربیتی کردار پر روشنی ڈالیں گے:

- تربیتی اہداف اور مقاصد۔
- وہ عناصر جو اس اہم کردار کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہیں۔
- قرآنی حلقوں کے معلمین کے تربیتی اوصاف۔

حلقات قرآنیہ کے تربیتی اہداف:

حلقات قرآنیہ کے تربیتی اہداف: حلقات سے حاصل ہونے والے فوائد نہ صرف حلقات قرآنیہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں بلکہ امت کی روحانی، اخلاقی، اور تعلیمی ترقی کے لیے ان کے کردار کو بھی واضح کرتے ہیں۔

حلقات کے ذریعے جو تربیتی اہداف حاصل ہو سکتے ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

1) طلبہ وطالبات کی دینی تربیت:

یعنی ایک ایسی مسلم نسل تیار کرنا جو قرآن کی تلاوت کے ساتھ اسے اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنائے۔ قرآن ہی اس کی زندگی میں مشعل راہ ہو۔

2) بری عادات سے نجات:

طلبہ کو اخلاقی برائیوں اور مذموم عادات کی گرفت سے آزاد کرنا۔

3) نوجوانوں کو زندگی کے مقاصد کے ساتھ جوڑنا:

انہیں اعلیٰ اہداف اور معزز مراتب کی طرف راغب کرنا۔

4) اسلامی آداب اور طرز زندگی کو سماج اور معاشرے کے کلچر کا حصہ بنانا۔

طلبہ کے دلوں میں ان کے دین، ان کی شناخت، اور اللہ کی کتاب پر فخر کا جذبہ پیدا کرنا۔

5) قرآنی معانی کی وسعت سے روشناس کروانا:

نوجوانوں کے سامنے قرآن کے دلکش معانی اور منفرد حقائق جو سلف صالح کی تعلیمات کی روشنی میں ہو ان کے ذریعے تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا۔ اور انہیں کائنات کی تخلیق پر غور کرنے اور موجودہ سائنسی حقائق کے ذریعے قرآن کی سچائی تک پہنچنے میں

رہنمائی کرنا۔

6) امت میں کثرت کے ساتھ حفاظ قران کی تعداد کو بڑھانا۔

قرآن کے حفاظ کی تیاری تاکہ امت میں دونوں طریقے باقی رہیں:

- قرآن کا حفظِ صدور (یعنی زبانی یادداشت)
- قرآن کا حفظِ سطور (یعنی تحریری صورت)

7) نافرمانی کے مرض کا علاج:

عموماً کئی والدین اپنے بچوں کی نافرمانی اور ضیاع وقت کی شکایت کرتے ہیں قرآن کریم کے حلقات سے جڑنا اس مرض کا ایک بہتر علاج ہے۔ والدین کو درپیش نافرمانی کے مسئلے کو قرآن کی رہنمائی کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔

8) قرآن کریم کے ساتھ نوجوانوں کی رغبت کو بڑھانا۔

چونکہ موجودہ دور تعلیم میں انقلاب کا ایک عظیم دور ہے اس لیے قرآنی حقائق کے ساتھ نوجوانوں کو جوڑنا انتہائی زیادہ ناگزیر ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کو ایک روشن کتاب ہدایت کی صورت میں اس انداز میں پیش کیا جائے جو نوجوانوں کے لیے پرکشش ہو، لیکن اس کے ساتھ اسلامی ورثے کی اصالت، عظمت، اور دوام کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے۔

9) مساجد کی رونق قرآن سے بحال کرنا:

مساجد میں قرآن کی تلاوت، شرعی علم کی تعلیم، اور مسجد کی حقیقی رسالت کو زندہ کرنا۔

10) قرآنی تربیت یافتہ افراد تیار کرنا:

ایسی نسل تیار کرنا جو قرآن کریم کی روشنی میں تدریس اور تربیت کے فرائض انجام دے سکے، اور مساجد میں امامت کے فرائض نبھا سکے۔

11) عربی زبان کی اصلاح اور فروغ:

چونکہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے لہٰذا عربی زبان کی معرفت قرآن کی خوبصورتی اور اس کے علمی دلائل و براہان میں اضافہ کرتی ہے لہٰذا طلباء کے زبان کی اصلاح، عربی زبان کے صحیح تلفظ پر مہارت پیدا کرنا، اور انہیں اس کے الفاظ اور اسلوب سے مالا مال کرنا قرآنی حلقات کے اہم اہداف میں سے ہے۔

حلقات قرآنیہ کے تربیتی اہداف کو کیسے حاصل کیا جائے؟

حلقات قرآنیہ کے تربیتی اہداف کو حاصل کرنے کے لیے چار اہم فریقین کی مشترکہ کاوشیں ضروری ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے اس عمل کو کامیاب بناتا ہے۔ یہ فریقین ہیں: حلقے کی انتظامیہ، معلم، طالب علم، اور والدین۔ درج ذیل میں ہر فریق کا کردار اور اہداف کے حصول کے طریقے بیان کیے گئے ہیں:

1) انتظامیہ(administration):

کسی بھی ادارے کو چلانے کے لیے انتظامیہ کی پختگی ناگزیر ہوتی ہے۔ مساجد و مدارس کے نظام میں اداری پختگی حلقات تحفیظ کے لیے بھی انتہائی اہم ہے۔

- **معلم کا درست انتخاب:** ایسے معلمین کا انتخاب کیا جائے جو علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تربیتی جذبہ رکھتے ہوں اور بچوں

ونوجوانوں کے نفسیات کے مطابق ان سے تعامل کرنے کی مہارت رکھتے ہوں۔

◉ تعلیمی ضروریات کی فراہمی: حلقے کے تربیتی اور علمی پہلوؤں کی نگرانی کے ساتھ فنی اور تنظیمی امور پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔

❖ بچوں اور نوجوانوں کی نفسیاتی اور تربیتی ضروریات کو سمجھنے کے لیے تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے۔

◉ معلمین کے ساتھ تعلقات کی مضبوطی:

❖ معلمین کو تربیتی اور علمی رہنمائی فراہم کی جائے اور انہیں ایک سپورٹ سسٹم مہیا کیا جائے۔

❖ معلمین کی نگرانی کے لیے تجربہ کار افراد کو مقرر کیا جائے، جو خود بھی تدریس کے مراحل سے گزر چکے ہوں تاکہ وہ معلمین کی ضروریات اور مسائل کو سمجھ سکیں۔

2) معلم:

◉ قرآنی اقدار کی تربیت:

❖ معلم کو طلبہ کی تربیت پر توجہ دینی چاہیے، انہیں قرآن سے مستفاد اخلاق اور اقدار سکھانے پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔

◉ نرمی اور شفقت سے معاملہ کرنا:

❖ طلبہ کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم کیا جائے تاکہ وہ معلم کو ایک بڑے بھائی کی طرح دیکھیں، جوان کی خیر خواہی کرتا ہو۔

◉ مثالی کردار:

❖ معلم کو اپنے کردار اور اخلاق میں ایک بہترین نمونہ پیش کرنا چاہیے تاکہ طلبہ اس سے متاثر ہو کر اس کے نقش قدم پر چلیں۔

◉ طلبہ کی کارکردگی کا جائزہ:

❖ طلبہ کی تعلیمی اور تربیتی ترقی کا مسلسل جائزہ لیا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

3) طالب علم:

◉ حفظ کے حلقات میں شوق کے ساتھ شریک ہونا:

❖ طالب علم کو حلقے میں باقاعدگی کے ساتھ قرآنی محبت سے سرشار ہو کر شرکت کرنی چاہیے اور اس کے مختلف تربیتی سرگرمیوں میں شامل ہونا چاہیے۔

◉ معلم سے فائدہ اٹھانا:

❖ معلم کی رہنمائی پر توجہ دیں اور اس کے بتائے گئے اصولوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کی کوشش کریں۔

◉ مثبت اثر دکھانا:

❖ حلقے کی تربیت کا اثر اپنی شخصیت، اخلاق اور عادات میں ظاہر کریں طلبہ کی شخصیت اور تربیت میں یہ انتہائی زیادہ ناگزیر ہے کہ معلم کی تربیت کا اس کی ذات پر گہرا اثر ہو اور سماج و معاشرے میں اسلامی کلچر کو زندہ رکھنے میں طلبہ کردار ادا کرسکیں۔

4) والدین:

◉ حلقے کی اقدار کو مضبوط کرنا:

والدین کے فالواپ کے بغیر طلباء کو کسی بھی اسکول، مدرسہ، کالج، حلقاتِ تحفیظ میں بھیجنا بے سود ہے جب تک والدین اپنے گھر میں دینی ماحول زندہ نہیں کریں گے طلبہ وطالبات پر اس کا

اثر نہیں ہوگا۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ جس طریقے سے اسکول سے واپس آنے پر اپنے بچوں کی تعلیمی رپورٹ کا جائزہ لیتے ہیں اسی طرح حلقات تحفیظ اور مکتب کی دینی تعلیم سے واپسی پر بھی ان کے تعلیمی رپورٹ کا جائزہ لیں۔

◉ مسجد و مکتب کے ذمہ داران کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہنا:

❖ والدین کو حلقے کی انتظامیہ اور معلم کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنے بچے کی تعلیمی اور تربیتی صورتحال سے آگاہ رہیں۔

◉ حوصلہ افزائی:

یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو مکتب و مدرسے سے جوڑنے کے بعد اپنی رضامندی اور قرآن سے محبت کا ثبوت دیں

❖ بچوں کی حوصلہ افزائی کریں، انہیں حلقے میں جانے کے لیے ابھاریں، اور ان کی کامیابیوں کو سراہیں۔

جب یہ تمام فریق اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری لگن کے ساتھ نبھاتے ہیں تو:

1) ایک مکمل تربیتی ماحول پیدا ہوتا ہے جو بچوں کو اخلاق اور تربیت کے اعلیٰ درجے پر پہنچاتا ہے۔

2) فریقین کے درمیان مضبوط تعلق قائم ہوتا ہے جو تربیتی عمل کو مضبوط اور موثر بناتا ہے۔

3) حلقات قرآنیہ کے مقاصد نہ صرف طلبہ بلکہ پورے معاشرے کی بہتری کے لیے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ان سبھی افراد کے مقابلے میں معلم کا کردار سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے لہٰذا معلم کے چند تربیتی اوصاف کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

معلمِ حلقہ کے تربیتی اوصاف:

حلقاتِ قرآنیہ میں معلم کی شخصیت اور کردار انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک معلم، نہ صرف علم سکھانے والا ہوتا ہے بلکہ وہ طلبہ کی تربیت اور کردار سازی میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ذیل میں معلمِ حلقہ کے چند اہم تربیتی اوصاف بیان کیے گئے ہیں، جو اس کے کردار کو مؤثر اور کامیاب بناتے ہیں:

1) طلبہ کی شخصیت کا احترام:

◉ معلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کی شخصیت کا احترام کرے اور ان کی محنت اور کوششوں کو تسلیم کرے۔

◉ محبت اور احترام طلبہ کی تربیت کا بنیادی شرط ہیں، اور ان کے بغیر معلم کی تربیت بے اثر ہوجاتی ہے۔

2) جذباتی توازن:

◉ معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعتدال اور توازن برقرار رکھے، کیوں کہ مثبت اور متوازن رویہ طلبہ پر گہرا اثر ڈال سکتا ہے۔

◉ نرم دل، مطمئن نفس، روشن چہرہ اور خوش مزاج رویہ طلبہ کے دلوں میں جگہ بناتا ہے۔

3) ثواب و سزا میں توازن:

◉ معلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کی غلطیوں پر نہ زیادہ سختی کرے اور نہ ہی انہیں مکمل طور پر نظرانداز کرے۔

◉ زیادہ سختی کرنے سے طلبہ باغی ہوسکتے ہیں، اور بالکل

نظر انداز کرنے سے غلطیوں کو تقویت ملتی ہے۔

◉ معلم کو حکمت کے ساتھ طلبہ کو ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

4) طلبہ کی مختلف طبیعتوں کا خیال رکھنا:

◉ ہر طالب علم کی نفسیات مختلف ہوتی ہیں، اور معلم کو ان کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنا چاہیے۔

◉ معلم کو ان کے دلوں میں علم اور قرآن کی محبت پیدا کرنی چاہیے اور ان کی انفرادی ضروریات کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔

5) حوصلہ افزائی کرنا:

◉ معلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کرے اور ان کی حوصلہ افزائی کرے۔

◉ حوصلہ افزائی کے مختلف طریقے اپنائے جاسکتے ہیں:

❖ مادی انعامات: جیسے ہدیے یا تحائف۔

❖ نفسیاتی تعریف: جیسے ان کی کامیابیوں کو سراہنا۔

❖ عقلی ترغیب: جیسے دوسرے طلبہ کے ساتھ مثبت تقابل کرنا۔

❖ دینی ترغیب: جیسے قرآن کی تلاوت اور حفظ پر آخرت کے اجر کا ذکر کرنا۔

6) دیگر عمومی تربیتی اوصاف:

◉ ورع وتقویٰ: معلم کا خود تقویٰ شعار ہونا طلبہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

◉ نرمی اور شفقت: طلبہ کے ساتھ شفقت اور نرمی کا مظاہرہ کرے۔

◉ انصاف: تمام طلبہ کے ساتھ مساوی سلوک رکھے۔

◉ صبر: طلبہ کی مشکلات کو تحمل اور صبر کے ساتھ برداشت کرے۔

◉ عاجزی: معلم کو اپنے علم پر فخر کے بجائے عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔

◉ محسن کی قدر اور خطا کار کی اصلاح: طلبہ کی محنت کو سراہنا اور ان کی غلطیوں کی درستی میں مدد کرنا۔

جو معلم ان اوصاف سے مزین ہوتا ہے، وہ اپنے تربیتی عمل کو مکمل طور پر انجام دیتا ہے اور ایک مضبوط قرآنی نسل کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ اوصاف حلقاتِ قرآنیہ کو نہ صرف کامیاب بناتے ہیں بلکہ امت کی تعمیر اور دین کی اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

قرآنی حلقات کے ذریعے طلبہ کی تربیت اور ان کی شخصیت سازی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ جب ایک معلم تربیتی اہداف کو سمجھتا ہے اور خود بھی تربیت کے اوصاف سے مزین ہوتا ہے تو وہ بہتر انداز میں طلبہ کی ذہنی اور روحانی تعمیر کرسکتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مؤثر اسالیب اور پروگرامز کا استعمال ضروری ہے۔ مساجد و مدارس کے حلقات تحفیظ سے متعلق یہ چند گزارشات تھیں اللہ رب العالمین قرآن کریم کو ہمارے دلوں کا نور بنائے اور قرآن کریم کے ساتھ جڑے سبھی مدارس و مکاتب اور علمی حلقات کو ہم سب کی ہدایت کا سبب بنائے آمین۔

سوانح وسیرت

صدیقہ شرف الدین رحمہا اللہ کی زندگی کے چند گوشے

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

صدیقہ بنت شرف الدین نزول رحمۃ اللہ علیہا ایک عظیم عالمہ، مخلص ترین داعیہ اور سعودی عرب میں تعلیم نسواں کی بلند ترین علمبردار گزری ہیں جن کا تعلق ہندوستان کے شہر بھیونڈی ممبئی سے تھا اور جنکی شادی جدہ کے عظیم آفندی گھرانے میں ہوئی تھی چنانچہ وہاں پہنچ کر آپ نے جدہ میں رائج بدعات وخرافات کا قلع قمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا علاوہ ازیں پورے سعودی عرب میں آج سے تقریباً 85 سال قبل خواتین میں تعلیمی سرگرمیوں کی روح پھونکنے اور نسواں تعلیمی اداروں کے قیام کی پہلی محرک اور سنگ بنیاد قرار پائیں۔

خاندانی پس منظر:

آپ سعودی عرب کی معروف دینی وسماجی شخصیت مختلف ایوارڈ یافتہ اور متعدد کتابوں کی مصنفہ پروفیسر فاطمہ عمر نصیف رحمہا اللہ اور ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف سابق جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی والدہ تھیں، آپ کا تعلق ہندستان کے شہر ممبئی کے ایک معزز علمی و دینی خاندان سے تھا آپ کے والد شیخ شرف الدین نزول برصغیر کے نامور داعی اور علامہ تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے شہر ممبئی میں اسلامی کتابوں کی پہلی مطبع (پرنٹنگ پریس الدار القیمہ) قائم کی، جس نے دینی مراجع ومصادر کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے والد علامہ شرف الدین کتبی سے عربی زبان اور فقہ وحدیث کی اہم کتابیں پڑھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے صدیقہ کا نکاح استاد عمر نصیف آفندی سے ہوا، جو حجاز کے معروف بزرگ شیخ محمد نصیف آفندی کے صاحبزادے تھے۔ یہ رشتہ شیخ شرف الدین اور شیخ محمد نصیف کے درمیان قائم باہمی تعلقات کی بنیاد پر طے پایا۔ جن کا خاندان حجاز کا معروف علمی وتجارتی نصیف آفندی خاندان تھا۔

صدیقہ کی تعلیمی خدمات:

سیدہ صدیقہ شرف الدین مملکتِ سعودی عرب میں خواتین کی تعلیم کے ابتدائی دور کی ممتاز علمی وسماجی شخصیت تھیں۔ چونکہ آپ کا تعلق ایک تعلیم یافتہ اور دیندار سلفی خاندان سے تھا چنانچہ جب آپ کی بچی فاطمہ کی تعلیم کا مسئلہ آیا تو وہ بہت پریشان ہوئیں اس وقت جدہ ہی نہیں پورے سعودی عرب میں باقاعدہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے کوئی ادارہ نہ تھا اور نہ ہی اس کا رجحان ہی تھا صرف قرآن اور مختصر دینیات کے لیے ٹیوشن کا بندوست تھا۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے شاہ سعود بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اجازت اور اپنے سسر شیخ محمد نصیف کی سرپرستی میں 1375ھ میں اپنی جگہ میں مدرسۂ نصیفیہ کی بنیاد رکھی، جو مملکتِ سعودی عرب میں لڑکیوں کے لیے قائم ہونے والا پہلا باقاعدہ نجی تعلیمی ادارہ شمار کیا جاتا ہے۔ جس میں پہلے سال متوسطہ تک کی تعلیم کا بندوست ہوا جس میں 300 طالبات تھیں اور یہ ادارہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک آپ کی نگرانی میں مسلسل علم وتربیت کی خدمات انجام دیتا رہا۔

یہ مدرسۂ نصیفیہ مملکت سعودی عرب میں سرکاری سطح پر

طالبات کی تعلیم کے آغاز سے تقریباً پانچ سال قبل اپنی تعلیمی خدمات کا آغاز کر دیا تھا۔ بعدازاں آپ نے قرآنِ کریم کی تعلیم واشاعت کے لیے ایک انجمن بھی قائم کی۔

سیدہ صدیقہ شرف الدین نے نہ صرف ادارے کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا بلکہ خود گھر گھر جا کر والدین کو بچیوں کی تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کیا اور انہیں اپنی بیٹیوں کو مدرسے میں داخل کرانے کی ترغیب دی۔ آپ کی بصیرت، عزم اور مسلسل جدوجہد نے مملکت میں خواتین کی منظم تعلیم کی بنیاد مضبوط کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، ابتدائی مرحلے میں انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ اس زمانے میں اکثر والدین لڑکیوں کی باقاعدہ تعلیم کے حق میں نہیں تھے۔ ان کے نزدیک لڑکی کے لیے قرآنِ کریم اور چند احادیث کا حفظ ہی کافی تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ رسمی تعلیم سے لڑکیوں کے اخلاق متاثر ہوں گے، یہاں تک کہ اگر کسی تعلیم یافتہ لڑکی سے کوئی لغزش سرزد ہوتی تو اس کا سبب بھی اس کی تعلیم ہی کو قرار دیا جاتا۔ اس دور میں صرف مکتب رائج تھے اور حکومت کی جانب سے طالبات کے لیے باقاعدہ تعلیمی نظام ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔

صدیقہ کی دعوتی خدمات:

صدیقہ بنت شرف الدین نے اسلامی دعوت کے میدان میں نہایت محنت، استقامت اور اخلاص کے ساتھ کام کیا۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو زندہ کرنے، خواتین کو دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانے اور ان میں صحیح دینی شعور پیدا کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کی۔ آپ اپنے عہد میں جدہ کی خواتین میں دینی دروس اور علمی خطبات کا باقاعدہ آغاز کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ وہ جس طرح ایک بہترین شریکِ حیات تھیں، اسی طرح ایک فعال اور باعمل مسلمان داعیہ بھی تھیں۔ انہوں نے اپنے معاشرے، خصوصاً خواتین کی اصلاح کو اپنا مقصد بنایا اور ان کے اندر دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے مضبوط عزم اور پختہ ارادے کے ساتھ کام کیا۔ ان کی دعوتی کوششوں کے نتیجے میں اس زمانے کے معاشرے میں رائج متعدد باطل رسومات، مثلاً تعویذ، گنڈے اور بدعی عملیات سے وابستگی میں نمایاں کمی آئی۔

ان کی صاحبزادی ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ دعوتی مجالس میں شریک ہوتی تھیں، جس سے ان کے دل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت راسخ ہوگئی۔ وہ فرماتی ہیں:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری عمر صرف پانچ سال تھی، اس وقت جدہ میں اللہ کی طرف دعوت دینے والی کوئی خاتون موجود نہ تھی۔ میری والدہ ہی اس میدان میں سب سے پہلے سرگرم ہوئیں۔ میں ان کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی دعوتی مجالس میں لے جاتیں، مجھے اپنے پاس بٹھاتیں اور خواتین کو دین کی تعلیم دیتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس علم اور دعوت کے کام میں بڑی برکت عطا فرمائی، جو تقریباً پچاس یا پچپن برس تک جاری رہا''۔

ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (پیدائش: 1358ھ/1939ء، جدہ اور وفات 2025ء) سابق جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اپنی والدہ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میری والدہ رحمہا اللہ خواتین کے درمیان دعوت و اصلاح کا کام کرتی تھیں۔ میں انہیں جدہ کے مختلف محلوں میں وعظ ونصیحت اور دینی آگاہی کے لیے لے جایا کرتا تھا۔ میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی جہاں دعوت اور تعلیم کو بنیادی حیثیت

حاصل تھی۔ والدہ نے میرے دادا کی نگرانی میں لڑکیوں کا پہلا مدرسہ قائم کیا۔ان کی ایک ایسی خدمت جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، یہ تھی کہ ہم جدہ کے گردونواح کے دیہات، جیسے الرویس، النزلہ اور بنی مالک، جایا کرتے تھے۔ وہاں وہ خواتین کو توحید کی دعوت دیتیں اور بدعات وخرافات سے روکتیں''۔

وہ مزید بیان کرتے ہیں:

''دن کے اختتام پر ہم بڑی تعداد میں تعویذ، تمائم، مٹکے، صدف اور دیگر ایسی چیزیں جمع کرتے تھے جنہیں لوگ نفع ونقصان کا سبب سمجھ کر اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ میں انہیں گاڑی میں رکھ کر گھر لاتا، پھر تعویذ کھول کر دیکھتا کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ بہت کم تعویذوں میں آیت الکرسی، سورۂ اخلاص یا معوذتین لکھی ہوتیں، جبکہ اکثر میں بے معنی اور نامعلوم نقوش ہوتے تھے۔ لوگ مجھے ڈراتے تھے کہ تعویذ نہ کھولو، لیکن میں انہیں کھول کر ان کا جائزہ لیتا تھا۔ الحمدللہ، اس دعوت واصلاح کے اثرات آج بھی نمایاں ہیں، اور تعلیم یافتہ نسل والدہ کے لیے دعائے خیر کرتی ہے کہ انہوں نے انہیں شرک وبدعات سے آگاہ کیا''۔

صدیقہ بنت شرف الدین کی دعوتی خدمات کا ایک اہم پہلو مفید اور مستند دینی کتابوں کی اشاعت بھی تھا۔ وہ خواتین میں ایسی کتابیں عام کرتی تھیں جو صحیح عقیدہ، سنت کی پیروی اور اسلامی تعلیمات کی درست تفہیم کو فروغ دیتی تھیں۔

شیخ عبدالصمد شرف الدین کی اپنی بہن صدیقہ کے بارے میں گواہی:

شیخ عبدالصمد شرف الدین نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب ''تفسیر المعوذتین'' کی تیسری اشاعت (القیمہ پریس، بمبئی، 1375ھ/1955ء) شائع کی، اس کی تصحیح وتعلیق کی اور مقدمے میں اپنی بہن صدیقہ بنت شرف الدین کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے ہماری معزز بہن صدیقہ بنت شرف الدین، جو استاد عمر نصیف کی اہلیہ اور حجاز کے معروف سلفی عالم شیخ محمد نصیف کے صاحبزادے کی زوجہ ہیں، کو اس کتاب کی اشاعتِ نو کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کا محرک علمِ نافع کو لوگوں، خصوصاً اہلِ حجاز، میں عام کرنے کا ان کا گہرا جذبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی برسوں سے جدہ اور اس کے گردونواح میں حق کی دعوت پھیلانے کی توفیق دی۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کیے بغیر مسلسل اس خدمت میں مصروف رہیں۔ ان کی اس مخلصانہ کوشش کے نتیجے میں خواتین کے درمیان عقائد واعمال کی اصلاح، بدعات کے خاتمے اور گمراہیوں کے ازالے کے نمایاں آثار ظاہر ہوئے۔

دعوتی مجالس میں خواتین سے ملاقاتوں کے دوران انہوں نے دیکھا کہ عام لوگ تعویذ، تمائم اور جاہلی رسوم پر مبنی ایسے اعمال سے وابستہ ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، جبکہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے غفلت برتتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ لوگوں کی اصلاحِ عقیدہ اور انہیں خالص کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے کے لیے سلف صالحین کی مستند اور قیمتی کتابیں ان کے ہاتھوں تک پہنچائی جائیں، اسی مقصد کے تحت انہوں نے اس کتاب کے انتخاب اور اشاعت کا فیصلہ کیا''۔

علمی خدمات:

آپ عربی زبان میں ماہر بلندترین عالمہ وفاضلہ تھیں چنانچہ آپ نے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں پڑھی جانے والی اہم دعاؤں اور اذکار کو یکجا کر کے عربی زبان میں ''**دعاء المسلم في اليوم والليلة**'' کے نام سے ایک مفید مجموعہ مرتب کیا، جو اہلِ علم اور عام مسلمانوں میں مقبول ہوا۔

فقہ وفتاویٰ

ماہ محرم میں شادی کرنا جائز یا ناجائز؟

● دکتور عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: کیا ماہ محرم میں شادی کرنا جائز ہے یا اسکی ممانعت میں کوئی شرعی حکم وارد ہے؟ وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوہاب:

ماہِ محرم الحرام اسلامی سال کا ایک عظیم، بابرکت اور حرمت والا مہینہ ہے، جسے قرآنِ کریم نے ﴿ٱلۡأَشۡهُرُ ٱلۡحُرُمُ﴾ میں شمار فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثۡنَا عَشَرَ شَهۡرٗا فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوۡمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ مِنۡهَآ أَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ [التوبۃ:۳۶]

"یعنی بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، اللہ کی کتاب میں، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں"۔

ان مہینوں کی حرمت کا تعلق عبادت، تقویٰ، احترام اور گناہوں سے اجتناب کے ساتھ ہے، نہ کہ دنیاوی معاملات مثلاً نکاح و شادی کی ممانعت کے ساتھ۔ شریعتِ مطہرہ میں کسی صحیح حدیث، صریح آیت یا معتبر فقہی نص سے یہ ثابت نہیں کہ ماہِ محرم میں نکاح کرنا ناجائز، مکروہ یا باعثِ نحوست ہے، بلکہ نکاح ایک مشروع، مبارک اور مسنون عمل ہے جو سال کے تمام مہینوں میں جائز ہے، الا یہ کہ کوئی خاص شرعی مانع موجود ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي"

"نکاح میری سنت ہے"۔ (سنن ابن ماجہ، رقم:1846)

بعض لوگوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ چونکہ ماہِ محرم میں امام حسین بن علی اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی عظیم شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس لیے اس مہینے میں شادی بیاہ مناسب نہیں۔ لیکن یہ بات بطورِ شرعی حکم ثابت نہیں۔ شریعت نے غم و مصیبت کے موقع پر بھی نکاح کو ممنوع قرار نہیں دیا، اور نہ ہی صحابۂ کرام، تابعین، ائمۂ اربعہ یا سلفِ صالحین سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے محرم میں نکاح کو ناجائز یا مکروہ کہا ہو۔

احادیثِ صحیحہ میں نبی کریم ﷺ نے بدشگونی اور نحوست کے عقائد کی واضح نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "لَا طِيَرَةَ" "بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں"۔ (صحیح البخاری، رقم:5757؛ صحیح مسلم، رقم:2220)۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: "وَلَا صَفَرَ" "ماہِ صفر میں کوئی نحوست نہیں"۔ (صحیح البخاری، رقم: 5707)۔ ان احادیث سے فقہاء و محدثین نے استدلال کیا ہے کہ زمانوں، مہینوں اور دنوں کو بذاتِ خود منحوس سمجھنا جاہلیت کے باطل عقائد میں سے ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا الطِّيَرَةُ فَهِيَ التَّشَاؤُمُ بِالشَّيْءِ، وَهُوَ مِنْ

عَادَاتِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، نَفَاهَا الشَّرْعُ وَأَبْطَلَهَا''.

یعنی ''طیرہ کسی چیز سے بدشگونی لینے کو کہتے ہیں، اور یہ اہلِ جاہلیت کی عادتوں میں سے تھا، شریعت نے اس کی نفی کر کے اسے باطل قرار دیا ہے''۔(شرح صحیح مسلم:14/218)

اسی طرح امام ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

''فَأَبْطَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْتَقِدُونَهُ مِنَ التَّشَاؤُمِ بِالْأَزْمِنَةِ وَالْأَمْكِنَةِ''.

یعنی ''نبی کریم ﷺ نے اہلِ جاہلیت کے زمانوں اور جگہوں سے بدشگونی لینے کے عقیدہ کو باطل قرار دیا''۔(لطائف المعارف،ص:70)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

''وَالتَّشَاؤُمُ بِالْأَيَّامِ وَنَحْوِهَا مِنْ عَادَاتِ الْجَاهِلِيَّةِ''. یعنی ''دنوں اور اسی طرح دوسری چیزوں کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی عادتوں میں سے ہے''۔(ردالمحتار:6/340)

مزید لکھتے ہیں: **''لَا تَأْثِيرَ لِلْأَزْمِنَةِ فِي ذَاتِهَا''.**

یعنی ''زمانوں میں بذاتِ خود کوئی تاثیر نہیں ہوتی''۔(ایضاً)

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے جب محرم میں نکاح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''لَا أَصْلَ لِمَا يَعْتَقِدُهُ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ كَرَاهَةِ الزَّوَاجِ فِي شَهْرِ مُحَرَّمٍ، بَلِ الزَّوَاجُ فِيهِ كَالزَّوَاجِ فِي غَيْرِهِ''. یعنی ''بعض لوگوں کا یہ اعتقاد کہ محرم میں نکاح مکروہ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس میں نکاح دوسرے مہینوں کی طرح ہی ہے''۔(مجموع فتاویٰ ابن باز:20/398)

شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں:

''اعْتِقَادُ أَنَّ بَعْضَ الشُّهُورِ تُشْؤَمُ بِهَا الْأَنْكِحَةُ لَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرِيعَةِ''. یعنی ''یہ عقیدہ کہ بعض مہینے نکاح کے لیے منحوس ہوتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں''۔(لقاء الباب المفتوح،لقاء:161)

برصغیر کے اکابر علماء نے بھی اسی موقف کو اختیار فرمایا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''محرم یا صفر وغیرہ میں شادی بیاہ کو معیوب سمجھنا محض بے اصل توہمات ہیں، شریعت میں ان کی کوئی حقیقت نہیں''۔(امداد الفتاویٰ:5/205)۔مفتی محمد شفیع عثمانی لکھتے ہیں: ''محرم میں شادی کو ناجائز سمجھنا ایک عوامی رسم ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں''۔(معارف القرآن)۔مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں: ''محرم میں نکاح جائز ہے، اس کو ناجائز سمجھنا غلط اور خلافِ شرع ہے''۔(احسن الفتاویٰ)

اور اگر کوئی شیعہ حضرات کی طرح اس مہینے میں شادی کی ممانعت کیلئے دلیل حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بنائے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ:

بلا شک وشبہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن تاریخ اسلامی میں بہت ہی تاریک دن ہے، لیکن اس عظیم سانحے کی وجہ سے شادی یا منگنی کو حرام کر دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہماری شریعت میں سالانہ برسی وغیرہ کے موقعوں پر غم تازہ کرنے اور سوگ منانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہ ان دنوں میں خوشی کا اظہار کرنا منع ہے۔

اگر اس بات پر وہ اتفاق نہ کریں تو ہمیں یہ پوچھنے کا حق بنتا ہے کہ: کیا جس دن رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے وہ دن امت کیلئے سب سے غمگین دن نہیں ہے؟! تو پھر مکمل ماہِ ربیع الاول میں

شادی کرنا منع کیوں نہیں کرتے؟! یا اس ماہ میں شادی بیاہ کی حرمت یا کراہت صحابہ کرام سے منقول کیوں نہیں ہے؟ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واولاد اور انکے بعد آنے والے علمائے کرام سے منقول کیوں نہیں ہے؟!

اگر ہمارا یہی حال رہا کہ جس دن بھی کوئی اسلامی شخصیت یا اہل بیت کا کوئی فرد فوت ہو یا اسے شہید کیا گیا ہو، ہم ہر سال اس غم کو تازہ کرنے لگ جائیں، تو ہمارے لئے خوشی اور مسرت کا کوئی دن باقی نہیں رہے گا، اور لوگوں کو ناقابل برداشت حد تک مشقت اٹھانی پڑے گی۔

یقیناً دین میں نت نئے احکام ایجاد کرنا اسلام مخالف لوگوں کا کام ہے، اور یہ لوگ اللہ تعالی کی طرف سے مکمل کر دیے جانے والے دین میں بھی کمی کوتاہی نکالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ بات پھیلانے اور ماہِ محرم میں سوگ کی ابتدا کرنے والا شاہ اسماعیل صفوی (907 تا 930 ہجری) ہے، چنانچہ ڈاکٹر علی وردی ''لمحات اجتماعیۃ من تاریخ العراق'' (1/59) میں کہتے ہیں کہ: ''شاہ اسماعیل صفوی نے شیعی مذہب پھیلانے کیلیئے صرف دہشت گردی ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کیلیئے ایک اور مضبوط وسیلہ بھی اپنایا اور وہ تھا شیعی مذہب کی ترویجی مہم اور ذہن سازی، اس کے لئے بالکل اسی طرح ''مجالس شہادتِ حسین'' منعقد کی گئیں جیسے آج کل کی جاتی ہیں، سب سے پہلے ان محفلوں کو بنی بُوَیہ نے بغداد میں چوتھی صدی ہجری میں شروع کیا تھا، لیکن بنی بویہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد یہ مجالس بھی ختم ہوگئیں، اس کے بعد شاہ اسماعیل صفوی نے آ کر دوبارہ نئے جذبے سے ان مجالس کو شروع کیا، اور اس میں عزاء داری کا بھی اضافہ کر دیا، جس کی وجہ سے دلوں میں ان مجالس کا خوب اثر رچ بس گیا، اور یہ کہنا بھی بعید از حقیقت نہیں ہوگا کہ: ایران میں شیعی مذہب کے انتشار کا سبب بھی یہی تھا کیونکہ ان مجالس میں رونا دھونا ہوتا، آل بیت کے لئے غم کا اظہار کیا جاتا اور ڈھول نگارے بجائے جاتے تھے۔ ان تمام چیزوں کے جمع ہونے سے شیعی نظریات کی دل پر بڑی اثر پذیری تھی''۔

کچھ مؤرخین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی صحیح ترین تاریخ جو بتلائی ہے وہ ہجرت کے تیسرے سال کی ابتدا ہے۔

جیسے کہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بیہقی نے ابو عبداللہ بن مندہ کی کتاب: ''المعرفہ'' میں ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہجرت سے ایک سال بعد کی، اور رخصتی مزید ایک سال بعد ہوئی، چنانچہ اس طرح سے رخصتی کا سال ہجرت کے تیسرے سال کی ابتدا (یعنی ماہ محرم) بنتا ہے'' ''البدایۃ والنہایۃ'' (3/419)

لہذا شرعی حکم یہی ہے کہ ماہِ محرم میں نکاح وشادی بیاہ بالکل جائز ہے، اور اسے ناجائز، معیوب، مکروہ یا باعثِ نحوست سمجھنا درست نہیں۔ یہ عقیدہ جاہلیت کے توہمات اور بدشگونی کے مشابہ ہے جس کی شریعت نے سختی سے نفی فرمائی ہے۔ اس لیے اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اس طرح کی جاہلیت زدہ باتوں سے دور رہیں اور کسی چیز کو محض جذبات کی رو میں آ کر حرام وحلال نہ ٹھہرائیں۔

ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب۔

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ دینی و دعوتی سرگرمیوں کا ایک فعال ادارہ ہے، مجلہ ''الجماعۃ'' کا یہ کالم ان سرگرمیوں سے آپ کو آگاہ کرتا ہے، الحمدللہ جمعیت کے دعاۃ صرف ممبئ نہیں بلکہ دوسرے خطوں میں بھی دعوتی اسفار کرتے ہیں جن کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے:

۹/مئی ۲۰۲۶ء بروز سنیچر بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاشی میرا، تھانہ ایک اہم دورہ علمیہ کا انعقاد بعنوان ''سعادت مند زندگی کے مفید وسائل'' ہوا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کا داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی /حفظہ اللہ نے بحیثیت مربی شرکت کی اور مذکورہ عنوان کے تحت اپنا قیمتی محاضرہ پیش فرمایا۔

۱۰/مئی ۲۰۲۶ء بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی /حفظہ اللہ نے ایک ماہانہ پروگرام جو کہ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریۃ کھیڈ، رتنا گیری میں منعقد ہوا شرکت کی اور قرآن وسنت کی روشنی میں ''موجودہ حالات اور اسوۂ ابراہیمی'' کے موضوع پر اہم اور قیمتی نصیحتوں سے نوازا جبکہ عوام نے کثیر تعداد میں شریک ہوکر استفادہ کیا۔

۱۱/مئی ۲۰۲۶ء بروز پیر کڑوئی ضلع رتنا گیری میں ایک اہم پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی /حفظہ اللہ نے شرکت کی اور قرآن وسنت کی روشنی میں ''انسانی زندگی میں اتباع سنت کی اہمیت وضرورت'' کے موضوع پر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

۹-۱۰-۱۱/مئی ۲۰۲۶ء بروز سنیچر، اتوار، پیر مسجد اہل حدیث اقرا دی ترتھ نوی ممبئ میں اسکول کی چھٹیوں کی مناسبت سے اسکولس اور کالجز میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء لڑکے اور لڑکیوں کی دینی رہنمائی کے لیے تین روزہ اسلامک سمر کیمپ کا انعقاد کیا گیا جس میں تقریبا ۸۵/بچے اور بچیوں نے شرکت کی اور اس تربیتی کیمپ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی / حفظہ اللہ نے بحیثیت مربی و مدرس ۹/اور ۱۱/مئی کو شرکت کی اور نماز کے فضائل پر ایک مختصر کتاب کے ذریعے نماز کے جملہ مسائل اور اس کے فضائل، وضو، اذان، نماز، جماعت، مساجد کی اہمیت وفضیلت نیز فرائض، سنن ونوافل کا مقام ومرتبہ بیان کیا اور ساتھ ہی نماز کی عملی مشق کے ذریعہ نماز کی

دعا اور اذکار کے یاد کرانے کا اہتمام کیا۔ بچوں نے الحمدللہ بڑی دلچسپی کے ساتھ اس تربیتی اسلامک سمر کیمپ میں شرکت کی اور نماز کے اذکار اور دعاؤں کو بھی یاد کیا۔ آخری دن بچوں کو کتابی شکل میں ہدایہ اور تحائف پیش کر کے ہمت افزائی کی گئی اور رخصت کیا گیا۔

۱۳؍مئی ۲۰۲۶ء بروز بدھ ساگوے ضلع راجا پور، مہاراشٹر ایک اہم پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور قرآن وسنت کی روشنی میں ''دعوت کی اہمیت وضرورت اور سچے علماء'' کے موضوع پر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

۱۵؍مئی ۲۰۲۶ء بروز جمعہ مسجد الفرقان، ملے پلی، حیدر آباد میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''عقیدہ ومنہج اہل حدیث اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ'' جیسے اہم اور حساس موضوع پر خطاب فرمایا عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور بھرپور فائدہ اٹھایا۔

۱۶؍مئی ۲۰۲۶ء بروز سنیچر شہری جمعیت اہل حدیث نظام آباد کے زیر اہتمام، بمقام عظمیٰ گارڈن فنکشن ہال، نظام آباد میں ایک اہم اجلاس عام کا انعقاد کیا گیا جس میں ممبئی سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''سنت پر استقامت ہی نجات کا راستہ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۱۷؍مئی ۲۰۲۶ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث اشوک نگر، کرلا میں ایک اہم پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''موبائل اور شوشل میڈیا کا صحیح استعمال'' کے موضوع پر بہترین خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو خاص کر نوجوانوں کو بڑی ہی اہم نصیحتوں سے نوازا۔

۲۳؍مئی ۲۰۲۶ء بروز سنیچر جامع مسجد اتحاد ملت اٹوا بازار، سدھارتھ نگر، یوپی، بعد نماز عصر منعقدہ ایک اہم پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور: ''سنت کی اہمیت اور بدعت کی قباحت'' کے موضوع پر قرآن وسنت سے مدلل خطاب پیش فرمایا۔

۲۳؍مئی ۲۰۲۶ء بروز سنیچر جمعیۃ تیندوا التعلیمیۃ والخیریۃ، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی، کے ایک اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی ؍حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''وراثت کا نفاذ وقت کی اہم ضرورت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۷؍مئی ۲۰۲۶ء بروز جمعرات مطابق ۱۰؍ذی الحجہ عید الاضحیٰ کے دن مرکزی عیدگاہ ومسجد دارالسلام کوسہ ممبرا میں صوبائی جمعیت ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی ؍حفظہ اللہ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ پیش فرمایا جو عقیدہ توحید، اطاعت ابراہیمی، خاندانی اصلاح اور ملکی امن امان سے متعلق جامع ہدایات پر

مبنی تھیں ۔آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآنی آیات واحادیث کی روشنی میں فرمایا کہ یوم النحر سال کا ایک عظیم دن ہے جس میں دنیا کے مسلمان قربانی کے ذریعہ اطاعت ابراہیمی کی یادگار کے ساتھ عبادت الٰہی واتباع محمدی کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں،فرزندان توحید تکبیر کے نعروں سے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہیں جو توحید کا اعلان اور قوت ایمانی کا سرچشمہ ہے،سیدنا ابرہیم علیہ السلام کی زندگی توحید کی عملی مثال ہے،اسلامی عیدیں (عید الفطر وعیدالاضحیٰ) جاہلی تہواروں سے ممتاز ہیں جس میں جہاں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے تو مخلوق الٰہی سے حسن سلوک کے مظاہر ہیں نیز آپ نے فرمایا کہ قیادت وسربلندی کا راز اطاعت الٰہی واتباع رسول میں پنہا ہے،اور خواتین اسلام کو خصوصی نصیحتوں سے نوازتے ہوئے فرمایا آپ سبھی اللہ کا تقویٰ اختیارکریں اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ اپنے شوہروں کی اطاعت کو لازم پکڑیں اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کو اپنے لیے اخروی نجات کا ذریعہ سمجھیں، اپنے گھر، والدین، بھائیوں اوراپنے خاندان کی عزت ووقار کی حفاظت کریں، قربانی اور جانوروں کے ذبیحہ سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے صفائی وستھرائی پر خاص دھیان دینے کی تلقین کی اور آخر میں تمام مسلمانوں کے لیے امن وامان اور اتحاد کے ساتھ رہنے کی دعا کے ساتھ خطبے کا اختتام فرمایا۔

۱۴/جون ۲۰۲۶ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مسجد توحید جمعیت اہل حدیث اورنگ آباد میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''سلفی دعوت کے لیے چیلنجز اور ان کا حل'' کے موضوع پر اہم خطاب فرمایا۔

۱۴/جون ۲۰۲۶ء بروز اتوار بعد نماز عشاء مسجد تقویٰ اورنگ آباد، ہی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے وہاں کے ایک اہم اجلاس میں شرکت کی اور'' آخرت کی اعلیٰ سوچ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۲۸/جون ۲۰۲۶ء بروز اتوار مسجد تقویٰ، میں زیر اہتمام مقامی جمعیت اہل حدیث نیچ ،صوبہ مدھیہ پردیش، ایک روزہ اجلاس عام کا انعقاد کیا گیا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور''سلفی دعوت اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

اس کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ممبئی کے مختلف مساجد میں اہم کتابوں کے ہفتہ واری اور پندرہ روزہ دروس کا سلسلہ جاری وساری ہے۔جیسے : ''کتاب التوحید'' مسجد اہل حدیث دارالہدیٰ ساکی ناکہ میں ''مسائل الجاہلیۃ'' مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا میں ''شرح السنۃ'' مسجد حسن کوسہ ممبرا میں ''سلف صالحین کے اقوال'' مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں اور خصوصی درس مسجد اہل حدیث سیلیش نگر،ممبرا، وغیرہ۔

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
July-August 2026

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumb
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com